UNIVERSAL LIBRARY
OU_224974
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۱۰-۱/۲۹۷۵۳ Accession No. ۱۷۰۹۰ 17090

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

رسالۃ التوحید

جو

مصر کے ایک زبردست فاضل کی جدید تصنیف ہے اُس کی
بعض نہایت اہم اور پاکیزہ فصلوں کا

اردو ترجمہ

جسکو

حسب ایماے نواب محسن الملک بہادر مولوی رشید احمد صاحب
انصاری آنرزان پرشین لینگوج لٹریچر آنرزان عربک لینگوج لٹریچر
اینڈلا نے مسلمانوں کے فائدہ کی غرض سے ترجمہ کیا اور کمیٹی دینیات
کی فرمایش سے

مطبع احمدی علی گڑھ مین طبع ہوا

۱۷۰۹۰
Checked 1965
۲۹۸۶۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امکان وحی

لفظ وحی سے جو معنی مراد لئے جاتے ہیں اور جس مفہوم پر اُس کا اطلاق ہوتا ہے اول ہم اُس کی تشریح کرتے ہیں اسکے بعد ہم اس امر کی نسبت گفتگو کرینگے کہ آیا وحی ممکن ہے یا نہیں۔ لفظ وحی کے معنی مخفی طور پر کلام کرنیکے ہیں، جسکا اور اشخاص سے پوشیدہ رکھنا منظور ہو اور حاصل مصدر کے طور پر اس لفظ کا اطلاق اُس خط وکتابت پر بھی ہوتا ہے جو کسی دوسرے شخص کے آگاہ اور واقف کرنے کے لئے بھیجی جاوے۔ مگر اکثر اسکا اطلاق اُس پیغام پر ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے کسی پیغمبر پر نازل ہو۔ اور شرعی اصطلاح میں وحی خدا کا وہ کلام ہے جو خدا کی طرف سے اُسکے کسی نبی پر نازل ہو، مگر ہمارے نزدیک وحی کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ایسا انکشاف ہے

جسکو انسان اپنے نفس میں پاتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ وہ (بالواسطہ یا بلاواسطہ) خدا کی طرف سے ہے - پہلی صورت کا انکشاف (یعنی بالواسطہ) یا تو آواز کی شکل میں متمثل ہو کر اُسکے کانوں کو محسوس ہوتا ہے یا بغیر آواز کے کسی اور ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے - وحی اور الہام میں یہ فرق ہے کہ الہام ایک وجدان ہے جسکا نفس کو یقین ہوتا ہے، اور اُسکو امر مطلوب کی طرف میلان ہوتا ہے - مگر نفس کو یہ شعور نہیں ہوتا ہے کہ یہ وجدان کہاں سے حاصل ہوتا ہے - غرضکہ یہ وجدان بھوک - پیاس - غم اور خوشی کے وجدان سے زیادہ تر مشابہ ہوتا ہے - رہی یہ بات کہ اس قسم کا انکشاف جسکو ہمنے وحی سے تعبیر کیا ہے حاصل ہونا ممکن ہے - اور نوع انسان کی وہ مصلحتیں اور ضرورتیں جو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں خدا کے کسی خاص بندہ پر منکشف ہو سکتی ہیں، اسکا سمجھنا اور یقین کرنا صرف ایسے شخص پر دشوار ہو سکتا ہے جو سمجھنے کا ارادہ نہیں کرتا اور اپنے آپ کو صرف اسلئے سمجھدار خیال کرتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتا - ہاں ہر زمانہ میں اور ہر ایک قوم میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنی کم عقلی اور کم علمی کے باعث یقین کی حدود سے بہت دور جا پڑتے ہیں، اور جو چیزیں اُنکے ظاہری حواس کے ادراک سے باہر ہوتی ہیں اُنکے وجود میں شک کرنے لگتی ہیں، بلکہ بعض اوقات محسوسات کے وجود میں بھی اُنکو شبہہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اس لغزش سے بلحاظ اور اک

ادنیٰ حیوانات کے مرتبہ سے بھی نیچے گر جاتی ہیں۔ ایسے لوگ عقل اور اُس کی مخفی قوتوں کو بالکل غارت اور بیکار کر دیتے ہیں، اور اوامر اور نواہی کی قیود سے آزاد اور مطلق العنان ہو کر ایک قسم کی لذت حاصل کرتے ہیں، اور شرم و حیا کو جو نیک کاموں کی تحریک کرنے والی اور نالائق باتوں سے روکنے والی ہے خیرباد کہدیتے ہیں، اور بالکل حیوان بنجاتے ہیں، اور جب نبوت اور مذاہب کی نسبت انکے روبرو گفتگو کیجاتی ہے اور ان کی عقل اور روحانی قوتیں اسکے سننے کی طرف مائل ہوتی ہیں تو وہ اُنکو دباتے ہیں اور اس خوف سے کانوں میں اُنگلیاں کر لیتے ہیں کہ شاید مذہب کی تائید کرنیوالی کوئی دلیل اُنکے ذہن میں راسخ ہو جائے اور اُنکو کسی شریعت کی پیروی کرنی پڑے، جس سے وہ اپنی مطلق العنانی اور بے قیدی کی لذت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو بعض انسانی نفوس کو لاحق ہو جاتا ہے، اور صرف علم کے ذریعہ سے اس مرض سے شفا حاصل ہو سکتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وحی میں کونسی بات ناممکن ہے؟ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کو بغیر کسی قسم کے غور و فکر کرنے اور مقدمات کی ترتیب دینے کی ایک بات منکشف ہو جاوے جو دوسرے کو نہو، اور اُسکو اس بات کا بھی علم ہو کہ یہ انکشاف خدا کی طرف سے ہے جو نظری اور فکری قوتوں کا عطا کرنے والا ہے۔

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ انسانی عقول کے درجات متفاوت اور مختلف اور ایک دوسرے سے بالاتر ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ درجہ کی عقول کو وہ ادراک صرف اجمالی طور پر ہوسکتا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عقول کو بسط اور تفصیل کے ساتھہ ہوتا ہے۔ اور یہ بہی ظاہر ہے کہ انسانی عقول کا یہ تفاوت مدارج تعلیم کے تفاوت سے پیدا نہیں ہوا، بلکہ وہ فطری ہے جس میں انسان کی کوشش اور اسکی کسب کو کچہہ دخل نہیں۔ اور اس میں بہی کچہہ شبہہ نہیں کہ بعض مسائل جو بعض عقلا کی نزدیک نظری ہیں انسے اعلیٰ درجہ کی عقول کے نزدیک بدیہی ہیں اور یہ مراتب درجہ بدرجہ ترقی کرتے جاتے ہیں جن کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بہی مسلم ہے کہ بعض اشخاص جن کی فطری طور پر ہمتیں بلند اور نفوس عالی ہوتے ہیں اُن کو بعید الحصول باتیں قریب الحصول نظر آتی ہیں، اور کوشش کرکے اُن کو حاصل کر لیتے ہیں۔ عوام الناس ابتداءً اُنکا انکار کرتے ہیں، مگر آخر میں تعجب کرنے لگتے ہیں اور اُنکے ساتھہ مانوس ہوجاتے ہیں، اور اُنکو ایسی عمدہ اور بدیہی باتیں سمجھنے لگتی ہیں جنکا انکار نہیں ہوسکتا، اور جب کوئی اُنکا انکار کرتا ہے تو اُس سے اسی طرح لڑتے جھگڑتے ہیں جس طرح ابتدا میں اُنکی طرف دعوت کرنے والے سے جھگڑتے تہے۔ اس قسم کے لوگ باوجود قلت کے آجتک ہر ایک قوم میں موجود ہیں۔

پس اگر یہ مقدمات جو ہمنے اوپر بیان کئے ہیں تسلیم کر لئے جاویں (اور سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں) تو اس نتیجہ کو تسلیم نہ کرنا جو ان مقدمات سے پیدا ہوتا ہے نہایت سفاہت اور کم عقلی کی بات ہے، اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ بعض انسانی نفوس ایسے ہو سکتے ہیں جو محض فطری طور پر لطیف اور پاکیزہ ہوں اور محض فیضان الٰہی سے اس امر کی استعداد اور قابلیت رکھتے ہوں کہ وہ انسانیت کے اعلیٰ درجہ پر پہونچ جائیں، اور ایسے رموز اور اسرار کو جنکو عام لوگ دلائل اور براہین کے ذریعہ سے بھی نہیں سمجھ سکتے عیانی طور پر مشاہدہ کریں۔ اور جس طرح ہم اپنے استادوں سے علم حاصل کرتے ہیں اُس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ وہ خدا سے علم و حکمت سیکھتے ہوں اور سیکھنے کے بعد لوگونکو اُس کی طرف دعوت کرتے ہوں۔ ہر ایک قوم اور ہر ایک زمانہ کی ضرورتوں کے موافق عادت اللہ اسی طرح جاری رہی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے ایسے شخص کو ظاہر کرتا ہے جو اُس کی عنایت اور مہربانی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور اجتماع انسانی کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پورا کرتا ہے اور جب نوع انسان قوت اور استحکام کے درجہ کو پہونچ جاتی ہے اور جو چراغ اُس کی ہدایت کے لئے رکھے گئے ہیں وہ کافی ہوتے ہیں تو رسالت ختم ہو جاتی ہے، اور نبوّت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے۔

بعض آسمانی روحوں کا موجود ہونا اور انکا اس مرتبہ کے لوگوں پر ظاہر

ہونا بہی ایسی بات نہیں جس میں کسی قسم کا استحالہ ہو۔ کیونکہ ہم بطور خود اپنے دلوں میں سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں اور قدیم و جدید علوم نے بہی ہمکو تبلا دیا ہے کہ بعض موجودات ایسی بہی ہیں جو زیادہ لطیف ہیں اگرچہ وہ ہماری نظر سے غائب ہیں اور ہم اُنکو دیکہہ نہیں سکتے۔ پس ممکن ہے کہ بعض اس قسم کے لطیف وجود علم الٰہی کو روشن کرنیوالے ہوں اور انبیا علیہم السلام کے نفوس انکو دیکہہ سکتے ہوں۔ اگر اس امر کی ہمکو کوئی سچی خبر ملجاوے تو اُس کی صحت کے یقین کرنے میں کون چیز مانع ہوسکتی ہے۔

جن لوگونکو خدا نے اس مرتبہ کے ساتہہ مخصوص کیا ہے اُنکے ظاہری حس میں ان روحوں کی آوازوں اور شکلوں کا متمثل ہونا کچہہ بعید اور غیر معمولی بات نہیں اسلئے کہ نبوت کے منکر بہی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ بعض خاص امراض کے مریضوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ اُنکے بعض معقولات اُن کے خیال میں متمثل ہوکر محسوسات کے درجہ کو پہونچ جاتے ہیں، اور مریض ان کو اپنی آنکہوں سے دیکہتا ہے اور کانوں سے سنتا ہے، بلکہ اُنکے ساتہہ کشتی لڑتا اور مقابلہ کرتا ہے۔ حالانکہ واقعی طور پر ان تمام باتوں کی اصلیت اور حقیقت کچہہ بہی نہیں ہوتی۔ پس اگر یہ تسلیم کرلیا جاوے کہ بعض دماغی امراض کے عارض ہونے کے وقت بعض معقولات متمثل ہوکر محسوسات کے درجہ پر پہونچ جاتے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ اس امر کو تسلیم نہ کیا جاوے کہ بعض حقائق معقولہ نفوس

عالم میں متمثل ہو سکتے ہیں اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جب کہ وہ عالم حس سے گذر کر
عالم قدس کے ساتھ متصل ہو جاتے ہیں، اور یہ حالت اس درجہ کے لوگوں
میں عقل کی صحت اور اُسکی روشنی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اُنکے مزاج میں ایسی
خصوصیتیں ہوتی ہیں جو دوسرے مزاجوں میں نہیں ہوتیں۔ اسکے تسلیم کرلینے
سے زیادہ سے زیادہ جو بات لازم آتی ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی
ارواح کو اُنکے اجسام کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق ہے، جس کی نظیر
عام لوگوں میں موجود نہیں۔ یہ بات بھی ایسی ہے جسکا قبول کرلینا بہت آسان
بلکہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السّلام کی حالت بھی عام لوگوں
کے حالات سے بالکل علیحدہ اور غیر معمولی ہوتی ہے، اور یہی مغائرت ہے
جس سے انکو امتیاز اور خصوصیت حاصل ہوتی ہے، اور یہی ان کی رسالت
کی دلیل ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ مشاہدہ کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں اُس کی
صحت کی دلیل یہ ہے کہ ان کی دوا سے قلبی امراض کو شفا ہوتی ہے اور جو
قومیں ان کی مسلک کی پیروی اور اُنکے احکام کی تعمیل کرتی ہیں اُن کی ہمتیں
بلند اور عقلیں روشن ہو جاتی ہیں۔ بیماروں سے صحیح باتوں کا صادر ہونا اور
مجنونوں اور پاگلوں سے نظام عالم کا درست ہونا ایسی بات ہے جس کو کوئی
شخص بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔

قرآن مجید

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طفولیت اور اُنکے اُمی ہونے کا حال جو ہم بیان کر چکے ہیں ہمکو ایسے متواتر طریقہ سے معلوم ہوا کہ جس میں ذرا بھی شک کرنے کی مجال نہیں۔ دنیا کی وہ تمام قومیں جو تاریخ اسلام سے آگاہ ہیں اس خبر کو بطور تواتر کے بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کتاب تھی جس کی نسبت وہ دعوی کرتے تھے کہ یہ مجھپر خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور وہ کتاب قرآن مجید ہے جو مصحف کی شکل میں لکھا گیا ہے اور جو مسلمان حافظوں کے سینوں میں آجتک محفوظ ہے۔

اس کتاب میں گذشتہ قوموں کے ایسے حالات اور واقعات بیان کئے گئے ہیں جو موجودہ اور آیندہ نسلونکے لئے عبرت انگیز ہیں۔ اس میں صحیح صحیح واقعات کو بیان کردیا ہے۔ اور جھوٹے قصوں اور بے پاور ہوا افسانونکو جو اوہام نے اُنکے ساتھہ شامل کرلئے تھے چھوڑ دیا ہے اور اُن سے عبرت حاصل کرنے کے لئے متنبہ کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے تاریخی حالات اور اُن معاملات کو جو اُن کو اپنی قومونکے ساتھہ پیش آئے ذکر کیا ہے اور اُن تمام جھوٹے اتہاموں کی تردید کی ہے جو اُنکی رسالت اور نبوت کے

ماننے والوں اور اُنکے مذہب کے پیرووں نے اُنکے ذمہ لگا رکھے تھے
مختلف مذہبوں اور ملتوں کے علماء سے جنہوں نے اپنے مذہبی عقائد اور
احکام کو نئی نئی بدعتوں کے ساتھ خلط ملط کر کے فاسد کر دیا تھا اور آسمانی کتابوں
میں تاویل کر کے تغیر و تبدل کر دیا تھا، مواخذہ اور بازپرس کی اور ایسے آئین
اور قوانین بنائے جو تمام انسانی افراد کی مصلحتوں پر پورے طور پر منطبق ہیں۔
جب تک اُن قوانین اور احکام کی پابندی کی گئی اور اُنپر عمل رکھا گیا تو بہترین نتائج
ظاہر ہوئے اور عدل و انصاف کی بنیاد اُنکے ذریعہ سے مستحکم طور پر قائم ہوئی
اور جو لوگ اُس کی مقررہ حدود پر قائم رہے اُن کی قسمت کا ستارہ برتری اور
عروج کے آسمان پر چمکتا رہا اور جب اُن قوانین کی پابندی چھوڑ دی اور اُن
سے منحرف ہو گئے تو سخت نقصان پہونچا۔ غرض کہ اس لحاظ سے وہ اُن
تمام قوانین سے بہتر ہیں جنکو قوموں نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد
وضع کیا ہے۔

قرآن مجید ایسے زمانہ میں نازل ہوا جس کی نسبت تمام راویوں
کا اتفاق ہے اور متواتر خبروں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عرب کی تاریخ میں
فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے بہت ہی اعلیٰ درجہ کا زمانہ تھا۔ اُسوقت
جزیرہ عرب میں فصیحوں، بلیغوں، شاعروں اور خطیبوں کی ایک جماعت کثیر
موجود تھی جو پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ ان میں سے ہر شخص اس بات پر مرتا تھا اور اپنی

تمام عقلی اور ذہنی قوتوں کو صرف کرتا تھا کہ اُسکا بول بالا رہے اور اُسکا خطبہ یا قصیدہ سب سے بڑھا چڑھا اور مقبول خاص وعام ہو۔ غرضکہ اُسوقت یہی ایک چیز تھی جو اُنکے لئے مابہ الافتخار اور مایۂ ناز تھی۔

اسی طرح ہمکو تواتر طریقے سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اُن کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معارضہ کرنے اور آپ کے دعوے نکے باطل کرنے کے لئے ہر قسم کے وسائل بہم پہونچانے کی نہایت حرص اور تمنا تھی۔ ان میں جو لوگ بادشاہ اور حاکم تھے اُن کو اُنکی سلطنت اور حکومت کے غرور نے آپ کی عداوت پر آمادہ کیا تھا۔ جو لوگ خطیب یا شاعر یا انشاپرداز تھے وہ اپنی فصاحت وبلاغت اور جادو بیانی کے نشہ میں اسقدر متوالے ہو رہے تھے کہ نہایت تکبر کے ساتھ آپ کی متابعت اور پیروی سے ناک چڑھاتے تھے۔ ان تمام لوگوں نے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنی توہین اور کسر شان سمجھتے تھے، اپنے آبائی مذہب کی حمیت کے جوش میں آکر اپنی پوری قوت کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ مگر باوجود اسکے آپ ہمیشہ اُن کی رائے کی غلطی اور اُن کی عقل کی سفاہت ظاہر کرتے اور اُنکے بتوں کی توہین اور تحقیر کرتے تھے اور اُنکو ایسی باتوں کی طرف دعوت کرتے تھے جنسے اُنکے کان محض ناآشنا تھے اور ان تمام امور میں آپ کی صرف یہ دلیل تھی کہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی چھوٹی صورت کی برابر کوئی کلام بنالاؤ جو فصاحت وبلاغت اور پاکیزگی مضامین کے

لحاظ سے اُسکے ساتھ مناسبت اور مشابہت رکھتا ہو- اُن میں اسقدر استطاعت تہی کہ وہ عرب کے فاضلوں، فصیحوں اور بلیغوں کو جمع کرتے اور آپ کی اس حجت کے باطل کرنے اور آپ کو ساکت کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی مثل کوئی کلام تالیف کرتے -

ہمکو متواتر طریقہ سے معلوم ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دعوی اور تحدی اور طلب معارضہ عرصہ دراز تک جاری رہا اور عرب کے لوگ بہی اپنی گمراہی اور خودسری پر برابر اڑے رہے- مگر تاہم وہ اس باب میں بالکل عاجز اور ناکام رہے اور قرآن مجید کا بول بالا رہا بیشک ایک اُمی شخص کی زبان سے ایسی بےمثل کتاب کا ظاہر ہونا اعلی درجہ کا معجزہ ہے اور اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ قرآن مجید آدمی کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو علم الہی کے آفتاب سے دنیا کے روشن کرنے کے لئے چمکا ہے- اور حکم خداوندی ہے جو نبی اُمی صلوات اللہ علیہ کی زبان مبارک پر ظاہر ہوا ہے -

علاوہ ازیں قرآن مجید میں بہت سی غیب کی خبریں دی گئی ہیں جن کی تصدیق دنیا کے حادثات اور واقعات سے بخوبی ہو چکی ہے- مثلاً اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ وہ قریب کے ملک یعنی فارس میں رومی جو نصاری ہیں

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم   اہل فارس سے جو آتش پرست ہیں

من بعد غلبہم سیغلبون — مغلوب ہو گئے ہیں لیکن یہ لوگ اپنے
فی بضع سنین ۔" — مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب چند
سال میں پھر اہل فارس پر غالب آجائینگے" (اس آیت میں خدا نے بتا دیا ہے
کہ گو رومی اسوقت مغلوب ہو گئے ہیں مگر وہ چند سال بعد پھر اہل فارس پر
فتح پائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ واقعہ تاریخی پیشین گوئی کا بڑا زبردست
معجزہ ہے ۔ دو زبردست سلطنتوں کے بارے میں برسوں پہلے وثوق
کے ساتھ ایک قطعی فیصلہ کر دینا کسی بشر کا کام نہیں) اسی طرح ایک دوسری
آیت میں صراحت کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے " یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان

" وعد اللہ الذین آمنوا — لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں اسنے خدا کا وعدہ
منکم وعملوا الصلحٰت — ہے کہ ایک نہ ایک دن انکو ملک کی خلافت یعنی
لیستخلفنہم فی — سلطنت ضرور عنایت کریگا جیسے ان لوگوں کو خلافت
الارض کما استخلف — عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں اور
الذین من قبلہم ولیمکنن — جس دین کو اسنے ان کے لئے پسند کیا ہے ،
لہم دینہم الذی ارتضیٰ — اسکو انکے لئے جما کر رہیگا اور خوف جو ان کو لاحق
لہم ولیبدلنہم من — ہے اسکے بعد عنقریب ان کو اس کے بدلہ میں
بعد خوفہم امنا ۔ — امن دیگا "

قرآن مجید میں اور بہت سی اسی قسم کی آیات موجود ہیں جو غور کرنے سے

معلوم ہوسکتی ہیں - یہ بہی اخبار عن الغیب کی قسم سے ہے جسکا قرآن مجید میں دعویٰ کیا گیا ہے " قل لئن اجتمعت الانس والجن علے ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا - فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارہ " عرب کے مختلف اطراف سے مکہ میں آنے جانے والوں کی زبانی عرب کے تمام ممالک اور اُسکے بیشمار باشندوں میں آپ کی دعوت مشتہر ہوگئی تہی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ عرب کی اطراف میں سیر وسیاحت کا اتفاق ہوا تہا اور نہ آپ کو وہاں کے عام شاعروں اور خطیبوں کی قابلیت کے جانچنے کا موقع ملا تہا - علاوہ ازیں ایک کثیر التعداد قوم کے جو ایک وسیع ملک میں رہتے ہوں ذہنی اور دماغی قابلیتوں کا ایسی صحت کے ساتھہ اندازہ کرلینے سے انسانی علم قاصر ہے - ایسی حالت میں قطعی فیصلہ کرلینا اور قطعی حکم لگادینا کہ وہ ہرگز قرآن کی مثل کوئی سورت نہیں بنا سکتے انسان کا کام نہیں ہے ، اور ناممکن ہے کہ ایسا دعویٰ کسی ذی عقل سے سرزد ہو بلکہ جب کسی کو ذرا بہی عقل ہوتی ہے اُسکو یہی خیال ہوتا ہے کہ دنیا خالی نہیں اور ایک سے ایک لائق اور باکمال موجود ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ کسی انسان کا دعویٰ نہیں بلکہ یہ خدا کا دعویٰ ہے جسکو علم ہے کہ تمام انسانی قوتیں اسکے مقابلہ میں بالکل عاجز اور بیکار ہیں -

ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ جواب سے عاجز ہو جانا صرف اُس شخص پر حجت ہے جو عاجز ہو جاوے۔ کیونکہ بعض اوقات خصم اپنے مسلمات کی وجہ سے عاجز ہو جاتا ہے اور جواب نہیں دیسکتا۔ ممکن ہے کہ دوسرا شخص انکو نہ تسلیم کرتا ہو۔ اسلیئے یہ دلیل اسکو ساکت نہیں کر سکتی۔

یہ شبہہ ہمارے گذشتہ بیان پر غور کرنیسے رفع ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید کے اعجاز اور دلیل کے ساکت کرنیمیں صرف یہی مشابہت ہے کہ دونوںکا نتیجہ عجز ہوتا ہے مگر ان دونوں قسم کے عجز میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسلیئے کہ اعجاز القرآن کی بنیاد ایک واقعی امر پر ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام انسانی قوتیں اُسکے مرتبہ بلاغت سے عاجز ہیں۔ تمام انسانی قوتوں کو ہمنے اسوجہ سے قاصر لکھا ہے کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا جو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے عرب کی تاریخ میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا زمانہ تسلیم کیا جاتا ہے؛ اور عرب کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے ذاتی انتہا دشمنی اور عناد رکھتے تھے، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، مگر تاہم وہ قرآن مجید کا معارضہ نہ کرسکے۔ ایسی حالت میں خیال نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی ایرانی یا ہندوستانی عربی زبان کو ایسی اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ لکھہ سکے یا بول سکے، اور ایسا کلام تالیف کرسکے جس سے خود عرب کے تمام فصیح و بلیغ قاصر رہے۔ حالانکہ اُنکو نشو نما اور ابتدائی تربیت میں رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ مشابہت اور مناسبت تھی، بلکہ ان میں سے اکثر اشخاص درس و تعلیم کی وجہ سے امتیاز اور خصوصیت رکھتے تھے - یہ اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ ایسے کلام کا کسی بشر سے صادر ہونا عادتاً ناممکن ہے -

پس اس عظیم الشان معجزے اور اس کتاب مقدس سے جس میں کبھی تغیر تبدل نہیں ہوسکتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ثابت ہوگئی لہذا آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا اور جو کچھہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اسکا اعتقاد رکھنا اور آپ کی ہدایتوں اور سنتوں پر عمل کرنا ہمپر واجب ہے - قرآن مجید میں آیا ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں، لہذا اسپر بھی ایمان لانا ہمارا فرض ہے -

اسلام

مذہب اسلام وہ مذہب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور صحابہ کرام اور اُنکے معاصرین کو آپ نے اُس کی تعلیم و تلقین فرمائی۔ اور ایک زمانہ تک بغیر کسی قسم کے اختلاف اور تاویل اور طبعی میلان کے اسپر عمل کرتے رہے ہیں۔ میں اس مذہب کو قرآن مجید کی اقتدا کر کے اس باب میں مجمل طور پر بیان کرونگا اور اُس میں سوائے قرآن مجید اور صحیح حدیثوں کے کوئی چیز میرے لئے سند نہیں ہے۔

مذہب اسلام خدا کی ذات اور اُسکے افعال میں توحید کی تعلیم کرتا ہے اور اسکو مخلوق کی مشابہت سے پاک ظاہر کرتا ہے۔ اسنے اس بات پر بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں کہ دنیا کے لئے ایک پیدا کرنیوالا ہے جو علم، قدرت، ارادہ وغیرہ، اعلیٰ درجہ کی صفات کے ساتھ متصف ہے اور مخلوقات میں سے کوئی شئے اُسکے مشابہ نہیں ہے۔ مخلوق کے ساتھ اُسکو کوئی نسبت نہیں ہے مگر صرف یہ نسبت ہے کہ وہ انکا موجد اور پیدا کرنیوالا ہے، اور وہ اُسی کی پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے پیغمبر یہ لوگ جو تم سے "قل ہو اللہ احد" خدا کا حال پوچھتے ہیں تو تم اُنسے کہو کہ اللہ ایک ہے "اللہ الصمد لم یلد" اللہ بے نیاز ہے نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی

ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد سے پیدا ہوا - اور نہ کوئی اُس کی برابر کا ہے - ،،
اور قرآن شریف میں جو الفاظ وجہ، یدین، استوا وغیرہ وارد ہوئے ہیں اُنکے معنی اُن عربوں نے سمجھ لئے تھے، جو کتاب کے مخاطب تھے اور اُنکو کسی قسم کا شبہہ نہیں ہوا تھا - وہ جانتے تھے کہ خدا کی ذات و صفات کا دنیا کی کسی روح یا جسم میں ظاہر ہونا محال ہے - ہاں خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کسی کو چاہتا ہے علم اور حکومت عطا کرتا ہے -

مذہب اسلام ہر ایک ذی عقل پر اسباب کو حرام کرتا ہے کہ وہ بغیر یقینی دلیل کے جسکے مقدمات حواس کے حکم پر مبنی ہوتے ہوں، یا بدیہات سے مرکب ہوں جن میں کسی قسم کا شبہہ نہو سکے (جیسے کہ اجتماع نقیضین یا ارتفاع نقیضین کا محال ہونا یا کل کا اپنے جزو سے بڑا ہونا) کسی چیز کا اقرار کرے - اُسنے دوسروں کی طرح انبیاء علیہم السلام کی نسبت بھی حکم لگا دیا کہ وہ اپنے لئے نفع نقصان کے مالک نہیں - زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ اُسکے مکرم اور محترم بندے ہیں اور جو کچھ اُنکے ہاتھوں پر جاری ہوتا ہی وہ خدا کی خاص اجازت اور خاص حکمت سے ہوتا ہے -

قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ ،، اللہ نے تمکو تمہاری ماؤں کے پیٹ
،، واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم سے نکالا اُسوقت تم کچھہ نہ جانتے
لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار تھے اور تمکو کان دئیے اور آنکھیں

والافئدۃ لعلکم تشکرون " دین اور دل دیئے تاکہ تم اُسکا شکر کرو "
عرب کے نزدیک شکر کے جو مشہور معنی ہیں وہ یہ ہیں کہ نعمت کو صرف اُسی
کام مین لگانا جسکے لئے وہ نعمت عطا ہوئی ہے۔ اس قسم کی آیات سے اس
امر کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ ہمکو خدا نے حواس عطا کئے ہیں اور ہم میں بہت
سی قوتیں ودیعت رکھی ہیں، جنکو ہم انہیں کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں جنکے
لئے وہ عطا کی گئی ہیں۔ پس ہر شخص خود اپنے کام کا کرنیوالا ہے اور اُس کی
بھلائی اور برائی کا ذمہ دار اور نفع یا نقصان اُٹھانیوالا ہے۔

مگر ایک زبردست قوت ہم پاتے ہیں جو ہمارے حواس اور قویٰ پر
حکمرانی کرتی ہے اور جو انکو امداد پہونچاتی ہے، اُس قوت کی تہ کو پہنچنا ہماری
عقل کا کام نہیں ہے۔ ہمارے حواس اُسکی حقیقت کے سمجھنے سے حیران
ہیں اور چونکہ وہ اُن تمام قوتوں سے بالاتر ہے جو ابتک ہمکو معلوم ہیں، اسلئے
اُسکے پہچاننے سے ہم عاجز ہیں۔ پس اُسی قوت کے سامنے گردن جھکانا
اور اُسی کی طرف توجہ کرنا چاہیئے اسلئے کہ اُن تمام قوتوں کا مرجع خدائے وحدہ
لاشریک کے سوا کوئی نہیں۔ پس سوائے اُسکے اور کسی کی اطاعت نہ ہمپر
لازم ہے اور نہ ہم کسی اور طرف رجوع کرنے سے تسلی پا سکتے ہیں۔ ایمان
وبیم کے کاموں میں جنپر آیندہ زندگی کا مدار ہے ہمارے قویٰ اور حواس کی
یہی حالت ہونا چاہیئے۔ اُنکو ہرگز اجازت نہیں ہے کہ نیک اعمال و افعال

کے مقبول ہونے، یا بدکرداریوں کے معاف ہونے کی توقع کسی اور سے رکھیں اور حقیقت میں صرف وہی ایک خدا ہے جو جزا و سزا کے دن آزادی کے ساتھ حکومت کریگا۔

غرضکہ مذہب اسلام نے تمام اخلاق اور فضائل کو زندہ کیا اور نظام عالم کے ہر قسم کے قواعد کو مرتب اور مقرر کیا۔ انسان کی راے اور عقل کو آزادی بخشی، اسکی ہمت کو ہر قسم کے کاموں اور کوششوں میں الوالعزمی عطا کی۔ جو لوگ قرآن مجید کو غور اور فکر کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اور سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں انکو معلوم ہے کہ وہ اس قسم کے جواہرات کا ایک خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اب سوائے اس کی پیروی کے دینی اور دنیوی سعادت حاصل کرنے کے لیئے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبوتیں اور رسالتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر ختم ہوگئیں جیسا کہ قرآن شریف اور سنتہ صحیحہ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ختم نبوت کی ظاہری علامت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے بہت سے مدعی کھڑے ہوے مگر کسی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور دنیا کو اس امر سے اطمینان ہوگیا کہ اب نبوت یا رسالت کے کسی مدعی کی دعوت قبول نہیں ہوسکتی۔

ھکذا یصدق نباء الغیب " ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن

رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیما"

مذہب اسلام نے اس سے ہر ایک قسم کی بُت پرستی کی بیخ کنی کر دی اور ان باطل عقیدوں اور غلط خیالات سے جسقدر فاسد توہمات انسانی عقول پر چھائے ہوئے تھے اُنکو دور کیا اور انسانی نفوس کو اُن بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں سے بالکل پاک وصاف کر دیا جو ان باطل توہمات کی وجہ سے پیدا ہوگئی تہیں - انسان کی قدر و قیمت، عزت اور عظمت کو ترقی دی - کیونکہ اب وہ اپنے خالق کے سوا درختوں اور پتھروں کے آگے اپنا سر نہیں جھکاتا اور ہر شخص پر فرض کر دیا کہ اسبات کا اقرار کرے کہ "مینے تو اپنا رخ ایک ہی ذات پاک کی طرف کر لیا ہے جسنے آسمان وزمین کو بنایا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں میری نماز اور عبادت اور میرا مرنا وجینا خدا ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے - کوئی اُس کا شریک نہیں اور مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے، اور میں اُسکے فرمانبرداروں میں سے سب سے پہلا ہوں"۔

"انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین"
"ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین"

اس سے انسان کا نفس آزاد اور اُن تمام قیود سے مطلق العنان

ہوگیا جنکا وہ اعتقاد رکھتا تھا، اور درختوں، پتھروں، قبروں اور ستاروں اور شفاعت کرنیوالوں اور کاہنوں کی قید سے چھوٹ گیا جنکو وہ اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ اور نجات کا ذریعہ خیال کرتا تھا۔ غرضکہ روح کو مکاروں اور دجالوں کی بندگی سے چھوڑا کر تمام آدمیونکو یکساں طور پر خدا کا خالص بندہ بنا دیا۔ اس بندگی میں چھوٹے بڑے، امیر غریب، ادنیٰ اعلیٰ، سب برابر ہیں۔ ہاں اگر کسی کو کچھ فضیلت ہے تو محض علم اور عقل کی وجہ سے ہے۔ عقل اور عمل کے سوا جو توہم اور ریا سے پاک وصاف ہوں فضیلت اور خدا کی تقرب کا کوئی ذریعہ نہیں۔

اسلام نے حکم دیا کہ ہر شخص جو کام کرسکتا ہو وہ کرے مگر وہ اُسکے نفع نقصان کا ذمہ دار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ "جسنے ذرہ بھر "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ" نیکی کی ہوگی وہ اُسکو دیکھ لیگا اور جسنے ذرہ "ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ" بھر برائی کی ہوگی وہ اُسکو دیکھ لیگا" "اور یہ "لیس للانسان الا ما سعی" انسان کو اُتنا ہی ملیگا جتنی اُسنے کوشش کی" اور ہر شخص کو اجازت دی کہ وہ پاکیزہ اور ستھری چیزوں میں سے جو چاہے کھائے اور پہنے، اور صرف وہی چیزیں حرام کیں جو اُس کی ذات کے لئے مضر تھیں یا اُنکا ضرر متعدی تھا۔ اور اسکے لئے حدود مقرر کیں جو تمام انسانی مصلحتوں پر پوری طرح منطبق ہیں۔ غرض کہ ہر شخص کو اپنے کام میں مستقل

اور مختار کر دیا جس سے اولوالعزم ہمتوں کے لئے کوشش کرنیکا میدان وسیع ہو گیا

آبائی تقلید کے لشکر جو انسانی نفوس پر غالب ہو رہے تھے، اسلام نے اُنپر ایک سخت حملہ کر کے اُنکو شکست دی اور تقلید کے اصول جو خیالات میں راسخ ہو گئے تھے اُنکو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکدیا۔ اُسنے عقل کو للکارا اور خواب غفلت سے جگایا اور بلند آواز سے پکارا کہ انسان اسلئے نہیں پیدا کیا گیا کہ وہ اونٹ کی طرح مہار پکڑ کر کھینچا جاوے، بلکہ اُسکی فطرت میں اس بات کی قابلیت اور استعداد رکھی گئی ہے، کہ وہ علم کے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرے اور واقعات اور حادثات کے اسباب اور دلائل کا سراغ لگائے۔ (معلم صرف رہنمائی کرنے والے اور بحث و جستجو کا طریقہ بتانے والے ہیں) اُسنے اہل حق کی تعریف اسطرح کی "الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ" یعنی "وہ لوگ جو باتوں کو سنتے ہیں اور اُن میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں" اس آیت میں اہل حق کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہنے والوں کو نہیں دیکھتے بلکہ اُنکے اقوال کو دیکھتے ہیں۔ اچھی باتوں کو لے لیتے ہیں غلط اور بیکار باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

آبائی خیالات اور آبائی عقائد جو اولاد میں منتقل ہوتے ہیں اسلام نے اُن کی تردید کی اور جو لوگ پرانی لکیر کے فقیر اور اپنے آبا و اجداد کی رسوم کے پابند ہیں، اُنکی سفاہت اور حماقت کو تصریح کے ساتھ بیان کیا اور

ظاہر کیا کہ پہلے زمانہ میں ہونا اسبات کی دلیل نہیں کہ وہ علم و عقل میں زیادہ تھے، یا پہلے زمانہ والوں کے ذہن اور عقلیں موجودہ زمانہ والوں کے ذہنوں اور عقلوں سے زیادہ تھیں، بلکہ تمیز اور فطرت کے لحاظ سے پچھلے اور اگلے سب برابر ہیں۔ بلکہ اکثر پچھلے لوگ گذشتہ زمانہ کے حادثات اور واقعات سے واقف ہوکر زیادہ تجربہ کار اور باخبر ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے لوگونکو اُنکی نافرمانیوں اور بداعمالیوں سے جو ناگوار نتائج حاصل ہوتے ہیں اُن سے ہی موجودہ زمانہ کے لوگ فائدہ اُٹھاتے اور عبرت پکڑتے ہیں۔ قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین۔ یعنی "اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ پیغمبروں کے جھٹلانیوالونکا کیا انجام ہوا۔ اسلام نے آبا و اجداد کی پیروی اور تقلید کرنے پر ارباب مذاہب کی مذمت کی جنکا قول یہ تھا "انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علے آثارہم مہتدون۔ بل نتبع ما وجدنا علیہ اباءنا"۔ یعنی "ہم نے اپنے باپ دادونکو ایک طریقہ پر پایا ہے اور انہیں کے قدم بقدم ہم بھی ٹھیک رستہ پر چلے جارہے ہیں"۔ اس سے شہنشاہ عقل کو ہر قسم کی قید اور تقلید سے آزاد کردیا اور اُسکو پھر اپنی سلطنت کا مالک و مختار بنا دیا کہ وہ اپنی حکومت کے موافق جسطرح چاہے حکم کرے۔

ان تمام اسلامی ہدایات سے جو اوپر مذکور ہوئیں، انسان کو دو بڑے

اعلی درجہ کی مفید باتیں حاصل ہوئیں جو اسلام سے پیشتر حرام خیال کیجاتی تہیں ایک ارادہ کا استقلال اور دوسرے راے کی آزادی۔ اور انہیں سے اثبات نبوت کی تکمیل ہوئی اور انسان کو اپنے تمام فطری کمالات حاصل کرنے کی قابلیت ہوئی۔ یورپ کے بعض علماء متاخرین کا قول ہے کہ یوروپ میں تمدن اور شائستگی کی بنیاد انہیں دو اصول پر قائم ہوئی ہے۔ انسانی نفوس کام کرنے اور انسانی عقول غور و فکر کرنے پر اسوقت مستعد ہوئیں جبکہ اکثر اشخاص کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہوگئی اور یہ سمجھ گئے کہ حقائق اور معارف کی تلاش اور جستجو میں اپنی عقل سے کام لینے کا انکو اختیار حاصل ہے۔ اور یہ خیال انکو سولھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ حکیم مذکور نے اسبات کا اظہار کیا ہے کہ یوروپ کو اسوقت یہ روشنی محض اسلامی علوم کے نور سے حاصل ہوئی تہی۔

مذہبی پیشواؤں نے عام دینداروں کو آسمانی کتابوں کے سمجھنے اور اُن کے معانی و مطالب پر غور کرنیکی ممانعت کردی تہی۔ مذہب اسلام نے اُسکو باطل کیا۔ اُنہوں نے عام لوگوں کو آسمانی کتابوں کی تلاوت کی اجازت دی تہی مگر اسکے ساتھ یہ بہی شرط لگی ہوئی تہی کہ صرف الفاظ کو پڑہیں اور مطالب پر غور نہ کریں۔ اُنکے مقاصد اور مطالب پر غور کرنیکا منصب خاص اُنہوں نے اپنے ہی لئے رکھا تہا۔ مگر اسکے بعد خود بہی سمجھ بوجھ سے محروم ہوگئے۔

اُنہوں نے صاف طور سے اقرار کیا کہ ہماری عقلیں شریعت اور علوم انبیا کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ صرف عبادت کے طور پر الفاظ کی تلاوت کافی ہے غرضکہ آسمانی کتابوں کے نازل ہونے اور انبیاء کے مبعوث ہونے میں جو حکمت تھی اُسکو اُنہوں نے غارت کردیا۔ قرآن مجید مذہبی پیشواؤں کے اس کام کی مذمت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ " بعض ان پڑھ ہیں جو مُنہ سے

" ومنھم امیون لایعلمون الکتاب الا امانی وان ھم الا یظنون - مثل الذین حملوا التوراة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا - بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین - "

لفظوں کے بڑبڑا لینے کے سوا کتاب الہی کی مطلب کو کچھ بھی نہیں سمجھتے اور وہ صرف خیالی تکے چلایا کرتے ہیں۔ جن لوگوں کے سر پر توریت لادی گئی پھر اسپر کاربند نہوئے اُن کی مثال گدھے کی مثال ہے جسپر کتابیں لدی ہیں۔ جو لوگ خدا کی آیتوں کو جھٹلایا کرتے ہیں ان کی بھی کیا ہی بُری کہاوت ہے۔ اور اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"

مذہب اسلام نے فرض کیا ہے کہ ہر ایک دیندار آسمانی کتابوں اور شرعی مسائل کے سمجھنے میں حصہ لے اور اس خاص امر میں سب دیندار اور پیرو برابر ہیں۔ معمولی ذرائع فہم کے سوا جو اکثر لوگوں کو سہولت کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں کوئی شرط نہیں لگائی اور نہ کسی طبقہ کو اس کام کے لئے مخصوص کیا۔

اسلام کی روشنی ایسے وقت میں ظاہر ہوئی جب کہ لوگوں نے مختلف مذہبی فرقے قائم کر رکھے تھے، جو باہم لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو لعنت کرتے تھے اور اُسکو اعلیٰ درجہ کی خدا پرستی اور دینداری خیال کرتے تھے۔

اسلام نے اُسکا انکار کیا اور صاف طور پر بیان کیا کہ سچا مذہب ہر زمانہ میں اور تمام نبیونکی زبان پر ایک رہا ہے خدا فرماتا ہے کہ " دین حق تو خدا کے

" ان الدین عند الله	نزدیک یہی اسلام ہے اور اہل کتاب
الاسلام وما اختلف الذین	(یعنی یہود و نصاریٰ) نے جو دین حق سے
اوتوا الکتاب الا من	مخالفت کی تو حق بات معلوم ہونیکے
بعد ما جاءھم العلم بغیا	بعد کی اور آپس کی ضد سے کی - اور جو
بینھم - ما کان	شخص خدا کی آیتوں سے منکر ہو تو اللہ کو
ابراھیم یھودیا ولا	اُس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی -
نصرانیا ولکن	ابراہیم نہ یہود تھا اور نہ نصرانی بلکہ ہمارا فرمانبردا
کان حنیفا مسلما	بندہ تھا اور مشرکوں سے بھی نہ تھا - ای
وما کان من المشرکین"	لوگو!! اُسنے تمہارے لئے دین کا وہی
شرع لکم من	رستہ ٹھیرایا ہے جسپر چلنے کا اُس نے
الدین ما وصی بہ نوحا	نوح کو حکم دیا تھا - اور اے پیغمبر!!
والذی اوحینا الیک وما	تمہاری طرف بھی ہمنے اس رستہ کی وحی

وصینا بہ ابراھیم	کی ہے - اور اُسکا ہمنے ابراہیم اور موسیٰ
وموسیٰ و عیسیٰ ان	و عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور
اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ	اُس میں تفرقہ نہ ڈالنا - جس دین پر تم مشرکین کو
کبر علی المشرکین ما تدعو	بلاتے ہو وہ اُنپر بہت شاق گذرتا ہے -
ھم الیہ - قل یا اھل الکتاب	اے پیغمبر!! اُنسے کہو کہ اے اہل کتاب آؤ
تعالوا الی کلمۃ سواء	ایسی بات کی طرف رجوع کرو جو ہمارے اور
بیننا وبینکم ان لا نعبد	تمہارے درمیان یکساں مانی جاتی ہے کہ
الا اللہ ولا نشرک بہ	خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں - اور کسی
شیئا ولا یتخذ بعضنا	چیز کو اُسکا شریک نہ ٹھیرائیں اور اللہ کے سوا
بعضا اربابا من	ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا مالک نہ سمجھے پھر اگر
دون اللہ فان	ایسی سیدھی سچی بات کے ماننے سے بھی منہ
تولوا فقولوا اشھدوا بانا	موڑیں تو اُن سے کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو ایک
مسلمون ،، -	ہی خدا کو مانتے ہیں ،، -

اس قسم کی بہت سی آیات قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں جنکا اس مقام پر جمع کرنا موجب طوالت ہوگا - قرآن شریف نے تصریح کردی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں مذہب حق یہی رہا ہے کہ خدا ایک ہے اور وہی قابل اطاعت وفرمانبرداری ہے - جو کچھ اُسنے حکم دیا ہے یا ممانعت فرمائی وہ صرف

انسانی مصلحتوں اور انسان کے فائدے کے لئے ہے اور اُنکے واسطے موجب سعادت اور باعث نجات ہے۔

گذشتہ اور موجودہ مذاہب میں اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ عبادات کی شکلوں اور صورتوں میں ہے، اور جہاں کہیں احکام میں اختلاف ہے تو یہ خدا کی رحمت اور مہربانی ہے کہ ہر ایک قوم کو ہر ایک زمانہ میں ایسا حکم دیا ہے جس میں زمانہ کے لحاظ سے اُس قوم کی بہتری اور بہبودی ہو۔ اسیطرح انسانی افراد کی تربیت میں عادت اللہ جاری ہے۔یعنی جب کہ انسان اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ نہ کچھ جانتا ہے، نہ سمجھتا ہے نہ بول سکتا ہے، مگر بتدریج آہستہ آہستہ اُس کی عقلی اور دماغی قوتیں ترقی کر کے درجہ کمال کو پہونچتی ہیں۔پس جس طرح افراد کی تربیت میں عادت اللہ جاری ہے اسی طرح نوع کی تربیت میں ہونا چاہئے۔ اور یہ ایسی بدیہی بات ہے جس میں اختلاف کی بالکل گنجایش نہیں۔

گذشتہ مذاہب دنیا میں ایسے وقت میں آئے جبکہ لوگ اپنی عام مصلحتوں اور خاص فائدوں کے سمجھنے کے لحاظ سے بالکل بچپن کی حالت میں تھے۔وہ محسوسات کے سوا کچھ نہ جانتے تھے، وہ صرف اپنے جسم کے قائم رکھنے میں مصروف تھے اور اپنے ابناء جنس اور اپنے خاندان کی محبت کے خیال سے بالکل بے بہرہ تھے۔ ایسی حالت میں حکمت کے خلاف تھا کہ انسے

باریک باتوں سے یا جن کے لئے دلیل کی ضرورت ہے خطاب کیا جاتا۔
بلکہ یہ خدا کی بڑی رحمت تہی کہ ان اقوام کے ساتہہ ایسا ہی معاملہ کیا گیا جیسا کہ
باپ اپنے کم سن اور ناسمجہ بیٹے کے ساتہہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکے سامنے
ایسی ہی چیزیں لاتا اور بیان کرتا ہے، جنکا آنکہوں سے دیکہنا یا کانوں سے سننا
ممکن ہو۔ غرضکہ اس اصول کے موافق اُنپر ایسی عبادات فرض کیں جو اُنکے
حالات کے مناسب اور اُن کی استطاعت کے موافق تہیں۔ اور اُن پر
ایسی آیات بینات نازل فرمائیں جو اُن کی آنکہوں کو بہلی معلوم ہوتی اور اُن
کے خیالات اور جذبات پر اثر کرتی تہیں۔

اسکے بعد قوموں نے سالہا سال کی مدت ہائے دراز میں ترقی و تنزل
عروج و زوال، پستی و بلندی، اور اختلاف و اتفاق کی بیشمار منزلیں طے کیں
اور مختلف حادثات اور گرد و پیش کے حالات اور متواتر تجربوں سے اُن کو
ایک ایسا شعور حاصل ہوگیا جو حس سے زیادہ باریک اور نازک اور وجدان
سے زیادہ تعلق رکہنے والا تہا۔ مگر تاہم یہ شعور بلحاظ اپنی مجموعی حالت کے
عورتوں کے تخیلات اور نوجوان لڑکوں کے جذبات سے کچہہ زیادہ اونچا اور
قابل وقعت نہ تہا۔ پس اسوقت دنیا پر ایسا دین نازل کیا گیا جسنے مہربانیوں
اور شفقتوں کو پکارا اور خواہشات اور جذبات کو روکا اور اُنکے دلوں کے
خطرات سے ہمکلام ہوا۔ اُسنے لوگوں کے واسطے اتقا اور پرہیزگاری کے

ایسے قوانین بنائے جو دنیا سے بالکل نفرت دلانے والے اور عالم ملکوت کی طرف مائل کرنیوالے تھے۔ اس نے ہدایت کی کہ کوئی حقدار اپنے حق کا مطالبہ نہ کرے، اگرچہ واجبی ہو۔ اسنے مالداروں اور دولتمندوں پر آسمان کے دروازے بند کردیئے۔ اسکے علاوہ اور بہت سے اخلاقی مسائل کی تعلیم دی جو مشہور معروف ہے۔ طاعات اور عبادات کے انکوایسے طریقے بتلائے جو انکے موجودہ طریقوں سے ملتے جلتے تھے۔ اس مذہب کی دعوت نے لوگونکے دلوں پر اپنا اثر کرکے قومونکے امراض کا علاج کیا۔ اور انکے اخلاق کی اصلاح کی مگر ابھی چند صدیاں بھی نہ گذری تھیں کہ انسانی ہمتیں ان سخت قوانین کی برداشت کرنے اور انپر عملدرآمد کرنیسے عاجز ہوگئیں اور رفتہ رفتہ یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ اس مذہب کی وصیتوں کی پیروی اور اسکے احکام کی تعمیل کرنا سراسر محال اور بالکل ناممکن ہے۔ آخرکار اسکے پیرو شان وشوکت حاصل کرنے اور مال و دولت جمع کرنے پر جھک پڑے اور انکی بڑی جماعت تاویل کا حیلہ کرکے مذہب کی معمولی شاہراہ سے بہت دور جا پڑی۔ اور بہت سی لغویات اور خرافات کو مذہبی لباس پہناکر مذہب میں داخل کرلیا، طہارت اور پاکیزگی کو فراموش کرڈالا۔ یہ حالت تھی انکے اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے۔ اور عقائد کے اعتبار سے بھی انکے مختلف گروہ اور فرقے قائم ہوگئے، طرح طرح کی بدعتیں

ایجاد کرکے اُسکے مسلمہ اصول اور ضروری ارکان کو بدل ڈالا اور سب سے بڑا رکن اس بات کو قرار دیا کہ مذہبی اصول اور مذہبی عقائد میں غور و فکر کرنا اور اُنکے اسرار اور باریکیونکو سمجھنا عقل کی طاقت سے بالاتر ہے۔ بلکہ مصنوعات اور مخلوقات کے رموز میں خوض کرنا بھی عقل کا کام نہیں۔ اُنہوں نے صراحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ علم اور مذہب میں ایسی سخت دشمنی اور عداوت ہے کہ کسیطرح باہم اتحاد اور اتفاق نہیں ہو سکتا۔ ان خیالات کے ماننے والوں نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کی کہ وہ خود اُن کو تسلیم کریں بلکہ اُنہوں نے عام لوگونکو ان عقائد کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا اور اپنی ہر قسم کی قوتیں اس کام میں صرف کیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی گروہوں میں ایسے جھگڑے اور فساد برپا ہو گئے جو نوع انسان کے لئے نہایت منحوس اور برباد کرنے والے تھے۔ مخالفت اور عداوت کی آگ بھڑک اٹھی، محبت اور الفت کے تعلقات بالکل قطع ہو گئے۔ غرضکہ مذہبی گروہونکے باہم لڑنے جھگڑنے اور ایک دوسرے کے الزام دینے میں یہی حالت تھی کہ اسلام کی روشنی نے دنیا میں طلوع کیا۔

اسوقت اجتماع انسانی یا تمدن کی عمر کسیقدر زیادہ ہو گئی تھی اور اُسکے جوڑبند زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو گئے تھے اور گذشتہ حادثات اور واقعات کے تجربوں نے انسان کو رہنمائی کرکے صراط مستقیم کے لئے آمادہ اور تیار

کردیا تھا۔ پس مذہب اسلام نے آکر عقل وفہم کو خطاب کیا اور انسان کے لئے دینی اور دنیوی بہتری اور بہبودی حاصل کرنے میں اُنکو احساس اور خیالات کا شریک بنایا۔ جن مسائل میں باہمی مخالفت اور مخاصمت ہو رہی تھی اُنکو سلجھایا اور صحت کے ساتھ بیان کیا۔ اور اس بات پر بہت سے دلائل اور براہین قائم کئے کہ مذہب حق تمام نسلوں اور تمام صدیوں میں ایک ہی رہا ہے اور خدا کی مشیت لوگوں کے حالات کے درست کرنے اور اُنکے دلونکے پاک وصاف کرنے میں ہمیشہ یکساں رہی ہے۔ اُسنے صاف طور پر بتادیا کہ اعضائے جسمانی پر ظاہری عبادات کی تکالیف صرف اسلئے فرض کی گئی ہیں کہ قوائے روحانی میں خدا کی یاد اور اُسکے ذکر وفکر کی ہمیشہ اور ہر وقت تجدید ہوتی رہے۔ اور یہ کہ خدا تعالی تمہاری صورتوں اور شکلونکی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہاری نیتونکو دیکھتا ہے۔ اُسنے ہر ایک مکلف پر جسمانی اور روحانی نظافت اور ظاہری و باطنی پاکیزگی کو واجب کیا، اور اخلاص کو عبادت کی روح قرار دیا۔ چونکہ اُسنے نیک اخلاق و عادات اور اعلیٰ درجہ کی صفات کے ساتھ متصف ہونا واجب اور لازم کیا ہے اسلئے اُنکے مناسب ظاہری اعمال و عبادات فرض کئے ہیں جو عمدہ اخلاق اور پاکیزہ صفات حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ "کچھ شک نہیں کہ نماز بیحیائی کے کاموں اور "ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر" ناشائستہ حرکتوں سے روکتی ہے۔ بیشک

ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا و اذا مسہ الخیر منوعا الا المصلین ھم علی صلاتھم دائمون۔،، آدمی بڑا ہی تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جب اُسکو کسی طرح کا نقصان پہونچتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہی اور جب کسی طرح کا فائدہ پہونچتا ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر اُن لوگوں کا ایسا حال نہیں ہے جو نماز گذار ہیں اور اپنی نماز کو ناغہ نہیں ہونے دیتے ،،۔ اسلام نے شکر گذار دولتمندوں کو درجات اُخروی کے لحاظ سے صبر کرنے والے فقیروں کی برابر ٹھیرایا ہے، بلکہ اکثر اوقات اُنپر ترجیح دی ہے۔ اور اپنے وعظوں اور نصیحتوں میں انسان کے ساتھ اس طرح معاملہ کیا ہے جسطرح کوئی ہدایت کرنے والا سمجھدار اور عقلمند آدمی کے ساتھ کرتا ہے۔ اُسکو تمام ظاہری اور باطنی قوتوں کے استعمال کرنے کی تاکید کی ہے اور صاف طور پر بیان کیا ہے (جس میں تاویل کی گنجایش نہیں) کہ یہی خدا کی نعمتوں کی شکر گذاری اور اسی میں اُسکی رضامندی ہے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا کی بہبودی اور بہتری میں کوشش کرنے کے بغیر آیندہ زندگی کی بھلائی کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔

اسلام نے اہل عناد کی طرف التفات کر کے اُنسے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل بیان کرو۔ نزاع اور جھگڑا کرنے والے جنہوں نے یقین کے

اصول کو سُست اور کمزور کر دیا تھا، اُن کو ملامت کی اور صراحت کے ساتھہ بیان
کیا کہ متفرق ہونا اور مختلف فرقے قائم کرنا بالکل بغاوت اور سراسر بے دینی اور
الحاد ہے - مذہب اسلام نے اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لئے صرف وعظ
و نصیحت ہی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ شریعت میں عملی طور پر اُسکو مقرر کیا۔ اُسنے
ہر ایک مسلمان کو اجازت دی کہ وہ اہل کتاب کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے،
اُسکے ساتھ کہانے پینے میں شریک ہو سکتا ہے - اُسنے حکم دیا کہ اگر تم اہل کتاب
سے مناظرہ یا مباحثہ کرو تو نہایت تہذیب اور شائستگی سے کرو - مذہب اسلام
مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ اُن غیر مذہب والونکی جو اُنکی پناہ میں داخل ہوں ایسی
ہی حمایت اور حفاظت کریں جیسے کہ وہ اپنی کر سکتے ہیں - اُنکے حقوق اور فرائض
بالکل مسلمانونکے مساوی ہیں اور ان تمام رعایتونکے بدلے میں اُنپر صرف
ایک خفیف سی رقم عائد کی جسکو وہ اپنے مال میں سے ادا کرتے رہیں - اسکے
بعد کسی مسلمان کو حق نہیں کہ وہ کسی ذمی کو مسلمان ہونے کے لئے مجبور کرے
قرآن مجید میں مسلمانوں کے دلوں کو اسی طرح تسلی دی گئی ہے " یعنی اسے

"یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم" مسلمانوں!! تم اپنی خبر رکھو جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے اُسکا گمراہ ہونا تمکو کچھہ نقصان نہیں پہونچا سکتا " پس مسلمانوں کو
صرف اسقدر اجازت ہے کہ نہایت تہذیب اور شائستگی کے ساتھہ اُن کو

بھلائی کی طرف دعوت کریں، مگر اس بات کا اُنکو بالکل حق نہیں کہ وہ اسلام کی طرف دعوت کرنیمیں کسی قسم کی قوت کا استعمال کریں، کیونکہ خود اسلام کے نور میں یہ قابلیت ہے کہ وہ غفلت کے پردونکو پھاڑکر دلوں میں سرایت کرجاے۔

مذہب اسلام نے اُس قومی اور ملکی اور خاندانی امتیازکو باطل کیا جوانسانی نسلوں میں پیدا ہوگیا تھا۔ اُسنے قرار دیا کہ تمام انسان خواہ وہ کسی ملک کے رہنے والے، کسی قوم یا خاندان کے ہوں مساوی طور پر خداے وحدہ لاشریک کے بندے اور اُس کی مخلوق ہیں، تمام اشخاص بلاخصوصیت ایک ہی نوع انسانی کی افراد ہیں۔ جنس وفصل اور خاصہ کے لحاظ سے اُن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہرایک فرد میں یہ استعداد اور قابلیت ودیعت کی گئی ہے کہ وہ ان کمالات کے اعلیٰ درجہ پر پہونچ جاے جو نوع انسان کے لئے مخصوص ہیں یہ ان باطل اوہام کی تردید ہے جو بعض مدعی اپنی ذات یا اپنی قوم میں ایسی فضیلتیں اور خصوصیتیں خیال کرتے تھے جن سے دوسرے اشخاص یا دوسری قومیں محروم ہیں۔ اُنکے اس جھوٹے خیال نے بڑی بڑی قوموں کی عقلی اور دماغی قوتوں کو فنا کرکے اُن کو پستی اور تنزل کے انتہائی درجہ پر پہُنچا دیا تھا۔

مذہب اسلام کی عبادتیں جیسی کہ قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں ایسی اعمال اور اقوال ہیں جو خدا کی عزت وجلال اور اسکی عظمت اور بزرگی کیلئے شایاں اور اس کی تنزیہہ اور تقدیس کے لئے سزاوار ہیں۔ پس رکوع وسجود،

حرکت اور سکون، دعا اور تضرع، تسبیح اور تکبیر، جو نماز کے ارکان ہیں خدا کی عظمت اور جبروت کے تصور سے جو تمام انسانی قوتوں سے بالاتر ہے اور اُنپر محیط ہے، صادر ہوتے ہیں اور دلوں میں اُس ذات پاک کے سامنے خشوع اور خضوع، انکسار اور فروتنی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ان ارکان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو عقل سے خارج ہو۔ حتی کہ رکعتوں کی تعداد مقرر کرنا اور کنکریاں پھینکنا بھی ایسی باتیں ہیں جن میں خدا کی حکمت کا تسلیم کرنا کچھ دشوار نہیں۔ اور انکا بظاہر عبث اور بیکار ہونا اُن اصول میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتا جو خدا نے عقل کے واسطے غور و فکر کرنے کے لئے قرار دیئے ہیں۔ روزہ ایک عبادت ہے جس سے دلوں میں خدا کے حکم کی عظمت زیادہ ہوتی ہے اور اُسکے احسانات اور اس کی نعمتوں کی قدر معلوم ہوتی ہے، جس سے دلوں میں اُس کی فرمانبرداری اور شکر گذاری کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم بہت سے گناہوں سے بچو"

"یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔"

حج کے ارکان سے یہ غرض ہے کہ جو چیز انسان کی ضروریات میں سب سے زیادہ مقدم ہے اس کی یاد دلائی جاوے۔ اور کم از کم تمام عمر میں

ایک دفعہ افراد انسانی کی مساوات کو آنکھوں سے دکھلایا جاوے جہاں
قومی اور ملکی امتیاز اور عارضی خصوصیتیں بالکل الگ تھلگ رہیں اور تمام مسلمان
امیر غریب، ادنیٰ اعلیٰ، اپنی مصنوعی آرایش سے مجرد ہو کر ایک حالت،
ایک ہیئت اور ایک لباس میں ظاہر ہوں اور ایک ساتھ طواف اور
سعی وغیرہ ارکان حج ادا کریں۔ حجر اسود کو بوسہ دیں۔ حجر اسود حضرت ابراہیم
خلیل اللہ کی یادگار ہے جو ہمارے مذہب کا باپ تھا اور جس نے ہمارا نام
مسلمان رکھا ہے۔ مگر ہر وقت اس امر کا بھی دھیان رکھیں کہ ان قدیم
یادگاروں اور پرانے تبرکات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کسی کو نفع نقصان
پہونچانے والی ہو۔ اور ہر ایک رکن کے ادا کرنے کی حالت میں اپنے
اس پاکیزہ اور موحدانہ خیال کا اظہار ان لفظوں میں کرتے رہیں "اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد" دیگر قوموں کی عبادتوں
میں یہ باتیں کہاں ہیں بلکہ انکے اکثر طریقے عقل سے خارج اور فہم سے بالاتر
ہیں۔

حوادث عالم سے جو اوہام انسانی عقول پر طاری ہو رہے تھے اسلام
نے انکو رفع کیا اور قرار دیا کہ دنیا میں جو حادثات اور واقعات ظاہر ہوتے
ہیں وہ اُن قوانین قدرت کے موافق ہوتے ہیں جو اُسکے علم ازلی میں مقرر
ہو چکے ہیں اور جن میں کسی طرح کا تغیر تبدل نہیں ہو سکتا۔ گو یہی مناسب

نہیں کہ انسان خدا سے غافل ہوجاوے اور اُسکو بہول جاوے۔ بلکہ جب
کوئی حادثہ یا واقعہ دیکھے تو خدا کو یاد کرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ "چاند اور سورج دونوں " ان الشمس والقمر
خدا کی نشانیوں میں سے ہیں کسی کے آیتان من آیات اللہ
مرنے اور جینے سے ان میں کسوف لا ینکسفان لموت
وخسوف واقع نہیں ہوتا پس اگر تم ایسا دیکھو احد ولا لحیاته فاذا رئیتم
تو خدا کو یاد کرو"۔ ذالک فاذکروا اللہ -" اس حدیث میں صاف
طور پر اسباب کی تصریح کی گئی ہے کہ حوادث عالم کسی کے مرنے یا جینے
یا اور خارجی اسباب سے واقع نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ قانون قدرت اور
خدا کی مرضی کے موافق واقع ہوتے ہیں۔ اسکے بعد اسلام نے انسان
کی اُن دونوں حالتوں کو بیان کیا ہے جو خوشحالی اور فارغ البالی یا مصیبت
اور تکلیف میں ہوتی ہیں۔ اور ان دونوں حالتوں کو اسطرح جدا کردیا ہے
کہ اُن میں خلط ملط ہونے کی گنجایش نہیں رہی۔ جو نعمتیں خدا تعالی اپنے
بعض بندوں کو اس دنیوی زندگی میں عطا کرتا ہے یا جو مصیبتیں انپر نازل فرماتا ہے
وہ بیشمار ہیں۔ منجملہ اُنکے مال و دولت، جاہ و ثروت، قوت و شوکت،
آل اور اولاد، فقر و فاقہ، ذلت و افلاس، وغیرہ وغیرہ ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ ان نعمتوں کے عطا ہونے یا مصیبتوں کے نازل ہونے کا سبب انسان

کی ذاتی خصلت جیسی نیک چلنی یا گمراہی، فرمانبرداری یا نافرمانی، نہیں ہوتی مثلاً کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک خدا تعالیٰ نافرمان سرکشوں، فاسقوں اور بدکاروں کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے اور اُنکو بیشمار دنیوی نعمتیں عطا کرتا ہے اور اُس عذاب تک جو آیندہ زندگی میں اُنکے لئے مہیا کیا ہے اُنکو مہلت دیتا ہے اسی طرح خدا اپنے بعض نیک بندوںکا امتحان اور اُن کی آزمائش کرتا ہے۔ جو نیک بندے خدا کی آزمائشوں پر صبر و شکر کرتے ہیں اُنکی ثنا و صفت قرآن مجید میں اسطرح کی گئی ہے کہ ” یہ لوگ جب انپر کوئی مصیبت آپڑتی ہے

تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے لئے	” الذین اذا اصابتھم
ہیں جس حال میں رکھے اور ہم اُسی کی طرف	مصیبۃ قالوا انا للہ وانا
لوٹ کر جانے والے ہیں “ پس اس	الیہ راجعون “۔

قسم کی نعمتوں یا مصیبتوں میں کسی کی رضا مندی یا ناراضی، نیک چلنی یا بدکرداری کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ ہاں صرف اُن نعمتوں اور مصیبتوں میں دخل ہوتا ہے جنکے ساتھ اعمال کو سببیت کا تعلق ہوتا ہے۔ جیسے فقر او رفضول خرچی ذلت اورنامردی سلطنت کی تباہی اور ظلم میں تعلق ہے۔ یا جیسے غالباً ثروت کو حسن تدبیر اور عزت کو خودداری کے ساتھ تعلق ہے۔

اسوقت جو کچھ ہمنے بیان کیا ہے وہ اشخاص کی حالت ہے لیکن قوموں کی حالت ایسی نہیں سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ قوموں کی زندگی اور اُن کی

دنیوی سعادت اور بہبودی کا سبب صرف وہ روح ہے جس میں خدا
نے غور وفکر کی صحت کرنے، جذبات کو دبانے، خواہشات کو روکنے،
ہر ایک کام و مقصد کے لئے اسکی مناسب تدبیر کرنے، باہمی محبت اور اخوت
قائم رکھنے، امانت داری اور عام خیر خواہی پر ثابت قدم رہنے کی طاقت
ودیعت کی ہے۔ کسی قوم میں جب تک یہ روح باقی رہتی ہے اُسوقت
تک اُس کی نعمت زائل نہیں ہوتی۔ ہاں جسقدر یہ روح قوی ہوتی جاتی ہے
اُسیقدر نعمتیں بڑھتی جاتی ہیں اور جسقدر یہ روح سست اور کمزور ہوتی جاتی ہے
اُسیقدر خدا کی نعمتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ حتی کہ جس منحوس وقت میں یہ روح قوم سے
جدا ہوتی ہے تو مروت وثروت، شان شوکت، آرام راحت، عزت عظمت
تمام چیزیں اُسکے ساتھ ہی رخصت ہوجاتی ہیں اور سوائے ذلت وخواری، افلاس
ونا داری، بدبختی اور ناہنجاری، اسکے کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور کوئی ظالم یا عادل
قوم اُسپر مسلط ہوجاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ "جب ہمکو کسی گاؤں کا ہلاک

"واذا اردنا ان نھلک قریة امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا۔"

کرنا منظور ہوتا ہے تو اُسکے خوش حال لوگوں
ایک حکم دیتے ہیں پھر وہ اُس میں نافرمانیاں
کرنے لگتے ہیں جس سے وہ بستی عذاب
کی مستحق ہوجاتی ہے پھر ہم اُس بستی کو مار کر
تباہ اور برباد کردیتے ہیں"

اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم اُنکو نیک اور اچھی باتونکا حکم دیتے ہیں مگر وہ اُن کو چھوڑکر بدکاریوں اور ناہنجاریوں کی طرف جھک پڑتے ہیں اور اپنی بداعمالیونکے سبب سے ہلاک اور برباد ہوتے ہیں پھر نہ اُنکو رونے اور چلانے سے کچھہ نفع پہونچتا ہے اور نہ اُنکے اعمال اور کاموں کی صورتیں جو باقی رہجاتی ہیں اُنکو فائدہ دیتی ہیں اور نہ اُن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ غرضنکہ ان کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ کوئی چیز اُنکی اس مصیبت کو دفع نہیں کرسکتی مگر یہ کہ وہ اُسی روح کی طرف التجا کریں اور صبر شکر ذکر فکر کے قاصد بھیجکر اُسکو بلائیں۔ خدا فرماتا ہے کہ "

" ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسھم۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا "

خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔ جو لوگ پہلے گذرے ہیں اُن میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے اور تم خدا کے دستور میں ہرگز کسی طرحکا تغیر و تبدل نہ پاؤگے "

قرآن شریف میں علم کے سیکھنے اور سکھانے اور عام لوگوں کو رہنمائی کرنے، اچھے کاموںکا حکم دینے، بُری باتونسے روکنے، کی ترغیب دی گئی ہے۔ لکھا ہے کہ " ایسا کیوں نہیں کیا کہ مسلمانوں کی ہر ایک جماعت میں سے

" فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا

کچھہ لوگ اپنے گھروںسے نکلے ہوتے کہ دین کی سمجھہ بوجھہ پیدا کرتے اور جب سیکھہ کر اپنی

قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم
يحذرون ،،، ولتكن منكم امة
يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و
ينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون ،،
و لا تكونوا كالذين تفرقوا و اختلفوا
من بعد ما جاءهم
البينات و اولئك لهم
عذاب عظيم ۔
يوم تبيض وجوه و تسود
وجوه فاما الذين اسودت
وجوههم اكفرتم بعد
ايمانكم فذوقوا العذاب
بما كنتم تكفرون
و اما الذين ابيضت
وجوههم ففي
رحمة الله هم
فيها خالدون

قوم میں واپس جاتے تو اسکو خدا کی نافرمانی
سے ڈراتے ۔ تاکہ وہ لوگ بھی برے کاموں
سے بچیں ،، ۔ اسکے بعد دوسری آیت
میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے یعنی ”تم میں ایک
ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو لوگوں کو بھلائی
کی طرف بلائیں اچھے کام کرنے کو کہیں برے
کاموں سے منع کریں اور آخرت میں ایسے
ہی لوگ اپنی مراد کو پہونچینگے ۔ اور ایسے نہو
جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور صاف صاف
احکام آئے پیچھے آپس میں اختلاف کرنے
لگے اور یہی ہیں جنکو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا
جس دن کہ بعض لوگوں کے مونہہ سفید ہونگے
اور بعض کے سیاہ ۔ پس جن لوگوں کے منہہ
سیاہ ہونگے ان سے کہا جائیگا کہ کیا تم ایمان لائے
پیچھے کافر ہو گئے تھے تو لو اب اپنے کفر کی
سزا میں عذاب کے مزے چکھو ۔ اور جن
لوگوں کے منہہ سفید ہونگے وہ اللہ کی رحمت یعنی

تلک آیات اللہ نتلوھا علیک بالحق وما اللہ یرید ظلما للعالمین۔ وللہ ما فی السموات وما فی الارض والی اللہ ترجع الامور ،،۔

بہشت میں ہونگے اور وہ ہمیشہ اُسی میں رہینگے۔ اے پیغمبر!! یہ ہماری آیتیں ہیں جو ہم جبرئیل کی معرفت تم کو پڑھ پڑھکر سناتے ہیں اور اللہ دنیا جہان کے لوگوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کچھ اسی کا ہے اور سب کاموں کی پہنچ آخر کار خدا ہی تک ہے،،

اس سخت وعید کے بعد ان لوگونکا حال بیان کیا ہے جو اچھے کاموں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں۔ فرمایا ہے کہ ،،

،، کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ،،۔

لوگوں کی رہنمائی کے لیے جسقدر اُمتیں پیدا ہوئیں اُن میں تم (مسلمان) سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنیکو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو،،۔

اس آیت میں اچھے کاموں کے کہنے اور بُرے کاموں سے منع کرنیکو ایمان پر مقدم رکھا ہے حالانکہ ایمان ایسی چیز ہے جس پر تمام نیک کاموں کا مدار ہے۔ یہاں اس کی تقدیم سے یہ غرض ہے کہ اس مقدس فرض کی قدر و منزلت ظاہر کیجائے اور جتلا دیا جائے کہ یہ فرض ایمان کا محافظ ہے۔ اسکے بعد قرآن مجید اُن

لوگونکو ملامت کرتاہے جو اس فرض سے غافل ہو گئے تھے۔ اور کہتاہے کہ

لعن الذین کفروا	"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا
من بنی اسرائیل	اُنپر داؤد اور مریم کے بیٹے عیسےٰ کی بد دعا سے
علی لسان داود	پھٹکار پڑی یہ پھٹکار اُنپر اس سے پڑی کہ نافرمانی
و عیسے ابن مریم	کرتے تھے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے۔
ذلک بما عصوا و کانوا	جو کام ایکبار کر بیٹھے تھے اُس سے باز نہ آتے
یعتدون۔ کانوا لایتناھون عن	تھے البتہ بہت ہی بُرے فعل تھے جو وہ لوگ
منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون	کیا کرتے تھے "۔

مذہب اسلام نے فقیروں کے لئے تونگروں اور دولتمندوں پر ایک خفیف سی رقم مقرر کی ہے جسکا ادا کرنا ہر ایک صاحب نصاب پر واجب کیا ہے یہ رقم فقیروں اور محتاجوں کی دست گیری، قرضداروں کی رہائی، غلاموں کی آزادی، اور مسافروں کی امداد، میں صرف ہوتی ہے۔ اس فرض کے علاوہ خیرات اور صدقات کی بے انتہا ترغیب دی گئی ہے اور اکثر جگہ اُسکو ایمان کا عنوان اور ہدایت کی دلیل کہا گیا ہے۔ اس سے اہل فقر و فاقہ کے دلونکو حسد اور کینے سے پاک صاف کردیا جو اُنکو تونگروں اور دولتمندوں سے تھا اور بجائے عداوت کے اُنکی محبت دلوں میں پیدا کردی۔ دولتمندوں کو غریبوں اور محتاجوں پر رحمت اور شفقت کی تعلیم دی۔ اس سے ہر ایک قسم کے اور ہر طبقہ کے

لوگوں میں جمعیت اور اطمینان کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ امراض تمدن کے واسطے اس سے بہتر اور کیا دوا ہو سکتی ہے۔ یہ خدا کا فضل اور اُس کی مہربانی ہے وہ جسکو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

مذہب اسلام نے شراب اور قمار بازی اور سود کو حرام کر کی شر اور فساد کے سرچشموں کو بند کر دیا جو عقل اور دولت کے لئے تباہی اور بربادی کا باعث تہو۔

دعوت اسلام

چونکہ اسوقت دنیا کی تمام قوموں کو بالعموم اصلاح اور ریفارم کی ضرورت تھی اسلئے حضرت خاتم النبیین کی رسالت کو بھی خدا نے کسی قوم یا کسی ملک کے لئے مخصوص نہیں کیا - بلکہ انکی رسالت کو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام موجودہ اور آیندہ نسلوں کے لئے عام کردیا - لیکن اسباب کو دیکھکر تاریخ انسان پر غور کرنیوالوں کی عقلوں کو نہایت حیرانی اور پریشانی پیش آتی ہے کہ مذہب اسلام تیس برس سے کم عرصہ میں عرب کی تمام قوموں میں پھیل گیا اور ایک صدی سے کم میں محیط مغربی سے لیکر دیوار چین تک تمام ملکوں اور قوموں میں شائع ہوگیا - یہ ایک ایسی بات ہے جو مذاہب کی تاریخ میں نہیں ملسکتی - یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخوں نے اس بات کا سبب بیان کرنے میں غلطی کی ہے -

اس مذہب نے جب اپنی دعوت شروع کی تو اور مذاہب کی طرح اسکو بھی طرح طرح کی صعوبتیں اور مشکلات پیش آئیں، اسکی دعوت کرنے والے کو بیشمار ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائی گئیں اور ایسی دشواریاں پیش آئیں کہ اگر خدا کی عنایت شامل حال نہوتی تو انکا حل ہونا نہایت مشکل تھا - جن لوگوں نے اس مذہب کی دعوت کو قبول کرلیا تھا انکو بھی طرح طرح کی

تکلیفیں دی گئیں، وہ رزق سے محروم کئے گئے، وطن سے نکالے گئے، بہت سے لوگونکے خون بہائے گئے۔ مگر یہ خون اولوالعزمیونکے سرچشمے تھے جو صبر کی چٹانوں سے نکلے تھے اور جن کو دیکھکر اہل یقین کے دلوں میں رعب طاری ہوتا تھا۔

تمام مختلف مذہبی گروہوں نے جو جزیرہ نمائے عرب اور اُسکے قرب وجوار میں رہتے تھے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ مذہب اسلام کے کمزور پودے کو جس کی جڑیں ابھی مستحکم نہیں ہوئیں اُکھاڑ کر پھینک دیں، اور اُسکی دعوت کو موقوف کر کے اسکا نام دنیا سے نیست و نابود کر دیں۔ مگر وہ باوجود اپنی کمزوری کے اپنی حیثیت اور استطاعت کے موافق مدافعت کرتا رہا اور اُنکے سخت حملوں سے اپنی جان کو بچاتا رہا۔ نہ کوئی حمایت کرنیوالا تھا نہ کوئی مددگار، مگر چونکہ وہ مذہب بالکل حق اور سراسر ہدایت تھا اسلئے وہ کامیاب ہوا اور عزت و قوت حاصل کی۔ اُسوقت مختلف مذہبی قوتوں نے جزیرہ عرب کو پامال کر رکھا تھا، وہ اپنے مذہب کی دعوت اور اُس کی اشاعت کرتے تھے۔ ان فرقونکے حاکم یا بادشاہ صاحب عزت اور صاحب شوکت تھے اور مذہبی عقائد کے تسلیم کرنے پر لوگونکو مجبور کرتے تھے مگر تاہم اُن کی یہ جابرانہ کوششیں بالکل ناکام رہیں اور اُنکو کسی قسم کی فلاح اور بہبودی نصیب نہ ہوئی۔

مذہب اسلام نے عرب کے وحشیوں میں جو جھگڑنے اور لوٹ مار کے سوا کچھ نہ جانتے تھے ایسا اتحاد و اتفاق پیدا کر دیا جس کی نظیر اُن کی گذشتہ تاریخ میں نہیں ملسکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کے حکم کے موافق روم اور فارس کے بادشاہونکو جو ملک عرب کے آس پاس تھے اپنے مذہب کی طرف دعوت کی اور ہدایت کی طرف بلایا۔ مگر اُنہوں نے انکار کیا بلکہ اس دعوت کی ہنسی اڑائی۔ اور جہانتک اُنسے ہوسکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی جماعت کے ساتھ دشمنی اور عداوت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اُنکے لئے تمام راستے خطرناک کر دئے اور تمام تجارتی منڈیوں میں اُن کی آمد و رفت بند کر دی۔ اسلئے اپنی حفاظت اور تبلیغ دعوت کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف فوجیں روانہ کیں اور یہی طریقہ آپ کے صحابیوں اور جانشینوں نے اختیار کیا ان لوگوں نے حق اور راستبازی کو اپنے دونوں ہاتوں میں اٹھا کر روم اور فارس پر حملہ کیا۔ باوجودیکہ مسلمان نہایت ضعیف اور فقر و فاقہ کی حالت میں تھے اور اُنکے حریف قوت اور شوکت، دولت و ثروت، تعداد اور سامان جنگ کے لحاظ سے ہزار درجے بڑھے ہوئے تھے مگر تاہم اُنکو وہ فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں جو تمام قوموں کی تاریخ میں مشہور و معروف ہیں ان لڑائیوں میں مسلمانوںکا ہمیشہ یہ اصول رہا ہے کہ جب لڑائی کا خاتمہ اُن کی فتح پر ہوتا تو مغلوبوں اور

زیر دستوں پر رحم کرتے اور نہایت مہربانی اور نرمی سے اُنکے ساتھ پیش
آتے اور اُن کو اجازت دیتے کہ وہ اپنے اپنے مذہب پر ثابت قدم رہیں
اور اپنے مذہبی فرائض کو نہایت اطمینان کے ساتھ بلا روک ٹوک ادا کرتے
رہیں۔ اُنکی جان و مال کی ایسی ہی حفاظت کرتے جیسی کہ وہ اپنی کرسکتے
تھے اور اسکے معاوضہ میں صرف ایک خفیف سی رقم اُن سے لے لی
جاتی تہی۔ اُسوقت مسلمانوں کے سوا اور بادشاہونکا یہ دستور تہا کہ وہ
جب کوئی ملک فتح کرتے تہے تو فتحمند لشکر کے پیچھے پیچھے مذہبی دعوت
کرنیوالونکا بہی ایک لشکر روانہ کرتے تہے جو لوگونپر طرح طرح کے جبر و تشدد
کرکے اپنے اُس مذہب کی طرف بلاتے تہے جس کی صحت کی دلیل قوت
اور غلبہ کے سوا اُنکے پاس کچھ نہ ہوتی تہی۔ فتوحات اسلام کی تاریخ میں یہ
بات کوئی نہیں بتلا سکتا کہ مذہبی دعوت کرنے کے لئے کسی مسلمان فاتح
کے ساتھ کوئی خاص جماعت تہی جسکا کام صرف مذہب کی اشاعت اور اپنے
عقائد کا پہیلانا ہوتا تہا۔ بلکہ اُن میں اسلام کی اشاعت کا صرف یہی طریقہ تہا
کہ وہ دوسری قوموں سے ملتے اور اُنکے ساتھ نہایت صفائی اور سچائی اور
ایمانداری کے ساتھ معاملہ کرتے تہے اور لوگ اُنکی راستبازی اور اخلاقی
خوبیونکے گرویدہ ہوجاتے تہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ مغلوبوں اور
زیر دستوں کے ساتھ سہولت اور نرمی سے معاملہ کرنے کی اسلام

میں کسقدر فضیلت لکھی ہے حالانکہ یورپ کے لوگ اسکو نہایت پست ہمتی اور بودا پن خیال کرتے ہیں۔ اسلام نے اُن تمام محصولوں اور ٹیکسوں کو اٹھا دیا جو پہلے جابر بادشاہوں اور ظالم حاکموں نے رعایا پر لگا رکھے تھے نا انصاف غاصبوں سے چھینکر حقداروں کو اُنکا حق دلایا و اجبی حقوق کے مطالبہ میں مسلمان اور غیر مسلمان کو یکساں طور پر آزادی عطا کی۔ کچھ زمانہ کے بعد مسلمانوں میں یہ رواج ہوگیا تھا کہ جب کوئی اسلام میں داخل ہونا چاہے اُسکے لئے ضرور تھا کہ محکمہ شرعی میں قاضی کے پاس حاضر ہو کر اقرار کرے کہ وہ بلا اکراہ و اجبار مسلمان ہوتا ہے، حتی کہ بعض خلفاء بنی امیہ کے عہد حکومت میں یہانتک نوبت پہونچگئی تھی کہ سلطنت کے عمال لوگونکے اسلام میں داخل ہونیکو مکروہ سمجھنے لگے تھے۔ کیونکہ جسقدر زیادہ لوگ مسلمان ہوتے تھے اُسیقدر جزیہ کی رقم گھٹتی جاتی تھی۔ اسلئے یہ مسلمان عمال اسلام کے شیوع میں سدراہ تھے۔ ہر زمانہ میں مسلمان بادشاہوں اور خلیفوں نے اپنی سلطنت کے بڑے بڑے عہدے اور معزز منصب صرف مسلمانوں کے ہی لئے مخصوص نہیں کئے بلکہ اہل کتاب وغیرہ دوسرے مذاہب کے قابل اور کارگذار اشخاص کو بھی مرحمت کئے، حتی کہ ان میں سے ایک شخص اُندلس کی اسلامی فوج کا کمانڈر انچیف ہوا ہے۔ غرض کہ اسلامی شہروں اور ملکوں کی نسبت مذہبی آزادی کی اسقدر شہرت ہوگئی تھی کہ بیشمار یہودی

یورپ کو چھوڑکر اندلس وغیرہ اسلامی ملکوں میں چلے آئے۔

مسلمانوں نے جسقدر ملک اپنی تلوار سے فتح کئے اُنپر کسی قسم کی سختی اور درشتی نہیں کی بلکہ آسمانی کتاب اور خدا کی شریعت اُنکے سامنے پیش کردے اور اُنکو اختیار دیا کہ وہ اسکو قبول کریں یا نہ کریں نہ اُنکے سامنے مذہب کی ہنلوی کی اور نہ اُس کی اشاعت میں کسی قسم کی قوت کا استعمال کیا۔ جزیہ کی رقم بقدر خفیف لگائی جسکا ادا کرنا کسی شخص پر بہی دشوار اور ناگوار نہیں ہوسکتا۔ پس وہ کونسی بات تہی جسنے مختلف مذاہب والونکو اسلام کی طرف مائل کیا اور اُنکو یقین دلادیا کہ یہی مذہب حق اور خدا کی مرضی کے مطابق ہے اور اُنکے آبائی مذہب بالکل جہوٹے ہیں اور اُنکو چہوڑکر جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور اسکی خدمت میں ایسی کوششیں اور جانفشانیاں کیں جو خود عربوں نے بہی نہ کی تہیں۔

جزیرہ نمائے عرب میں جسوقت اسلام کی روشنی نمودار ہوئی اُسوقت وہاں شرک اور بت پرستی کی تاریکی چہائی ہوئی تہی اسلام نے اُسکو دور کیا اور اُنکو تمام بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے پاک صاف کرکے سیدہے رستہ پر لگادیا۔ اسلئے قدیم آسمانی کتابونکے پڑہنے والون اور ربانی شریعتونکے سمجھنے والونکو محقق طورپر ثابت ہوگیا کہ یہ خدا کا وعدہ ہے جو اُسنے اپنے پیغمبرون ابرٰہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے کیا تہا اور یہ مذہب وہی مذہب ہے جس

کی نسبت انبیاے علیہم السلام نے اپنی قوموں کو بشارت دی تہی اسلیئے اُن میں سے جو لوگ منصف مزاج اور تعصب اور ہٹ دہرمی سے پاک تہے اُنہوں نے دشمنی اور عناد کو ترک کر کے نہایت خوشی کے ساتھ اُسکو قبول کرلیا۔ اور اُنکا اور اُن کی قوم کا آبائی مذہب اور عقیدہ تہا اُسکو چہوڑ دیا۔ اس سے اُنکے مقلدونکے دلوں میں اپنے عقائد کی نسبت شک پیدا ہوگیا جس سے اُنہوں نے مذہب اسلام کے عقائد میں غور کرنا شروع کیا۔ اُنکو معلوم ہوا کہ وہ سراسر خدا کی رحمت اور مہربانی اور اُسکی نعمت ہے۔ اُسکے تمام عقیدے ایسے صاف اور سیدہے سادے ہیں کہ اُنکو عقل آسانی کے ساتھ قبول کرسکتی ہے۔ اُس کے اعمال اور احکام ایسے دشوار اور سخت نہیں جن کی برداشت کرنے سے انسانی طبیعتیں عاجز ہوں۔ اُنہوں نے دیکہا کہ اسلام عالم سفلی سے نکال کر عالم ملکوت کی طرف لیجاتا ہے اور باوجود اسکے وہ پاکیزہ چیزونکے استعمال کی ممانعت نہیں کرتا۔ نہ ایسی عبادتیں فرض کرتا ہے جنکا بجالانا انسانی طبیعتوں پر شاق اور دشوار ہو۔ کہانے پینے اور کپڑا پہننے اور بدن کے اور حقوق ادا کرنے میں بہی وہ خدا کی رضامندی اور اُسکے ثواب کا وعدہ کرتا ہے، بشرطیکہ نیت پاک اور سچی ہو۔ اگر ہوا وہوس کے غلبہ سے کوئی نافرمانی یا گناہ ہوجاے تو خدا کی مغفرت اُسکو محو کرسکتی ہے، بشرطیکہ سچے دل سے توبہ کیجاے۔ جب اُنہوں نے قرآن کو پڑہا اور اُسکے ماننے والوں کی پاکیزہ سیرتوں کو دیکہا

تو اُنپر اس مذہب کی سادگی اور سچائی بالکل ظاہر ہوگئی اور اُنکو معلوم ہوگیا کہ اسکی
عقائد اور مسائل ادنی تامل اور سرسری نظر سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ حالانکہ
ہمارے موجودہ مذاہب کے رموز اور اسرار عقل سے خارج اور فہم سے بالاتر
ہیں۔ یہی وجہ تہی کہ وہ اپنے ناقابل برداشت مذاہب کو چھوڑ چھوڑ کر فوراً اسلام
میں داخل ہونے لگے۔ اسوقت بعض قومیں امتیاز کی مصیبت سے سخت
نالاں تہیں جس سے بعض طبقوں یا خاندانوں کو بغیر کسی حق کے دوسرے
طبقوں اور خاندانوں پر رفعت اور برتری حاصل ہوگئی تہی اور اُن کی خواہشات
اور اغراض کے مقابلہ میں غریبوں اور ادنی درجہ کے لوگوں کے حقوق پامال کئے
جاتے تہے۔ مذہب اسلام نے اس امتیاز کو باطل کر کے جان و مال،
عزت و آبرو، دین مذہب کے احترام کے لحاظ سے تمام طبقوں اور تمام
خاندانوں اور تمام قوموں میں مساوات کردی۔ غریبوں کے حقوق کی یہانتک
حفاظت کی کہ ایک فقیر عورت نے جو مسلمان نہ تہی بڑی سے بڑی قیمت میں
اپنا جہونپڑا فروخت کرنے سے انکار کیا جسکو ایک بڑے علاقہ کا مسلمان مطلق العنان
حاکم مسجد میں شامل کرنے کے لئے خریدنا چاہتا تہا۔ اور جب اُس عورت نے
خلیفہ کے دربار میں شکایت کی تو حاکم کو اس حرکت پر سخت ملامت کی گئی۔
عدل و انصاف کے قوانین کو یہانتک مستحکم کیا کہ ایک یہودی کو اسبات کی
جرأت ہوئی کہ امیر المومنین علی ابن ابطالب جیسے جلیل القدر شخص کے ساتھ مخاصمت

کرے اور وہ دونوں فیصلہ کرنیوالے کے روبرو ایک حالت میں کہڑے کئے جائیں۔ اسلام کی یہی خوبیاں تہیں جنکو دیکہکر اُسکے دشمن بہی گرویدہ ہوگئے اور عداوت کو چہوڑکر اُسی کے حامی اور مددگار بنگئے۔

جس زمانہ میں مسلمانوں پر اسلامی روح غالب تہی وہ اپنے غیر مذہب والے ہمسایوں کے ساتہ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تہے۔ وہ کسی کے ساتہ عداوت اور مخالفت نہ کرتے تہے مگر جبکہ اُسکا آغاز ہمسایہ کی طرف سے ہو۔ اور جب مخالفت کے اسباب رفع ہوجاتے تو پہر وہ بدستور نرمی اور محبت کے ساتہ معاملہ کرتے تہے۔ اور باوجود اسکے کہ اسلام کیطرف سے مسلمانوں نے غفلت کی اور دانستہ و نادانستہ اُسکی بربادی میں کوشش کرنے لگے مگر تاہم اُسکی ترقی اور کامیابی کی رفتار خاصکر چین اور افریقہ میں برابر جاری رہی اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں مختلف مذہبوں کی بڑی بڑی جماعتیں اپنے خیالات اور عقائد سے تائب ہوکر اسلام میں داخل نہوئی ہوں۔ نہ کوئی انکے سامنے مذہب اسلام کی دعوت کرنیوالا ہے اور نہ انکی گردن پر کوئی تلوار رکہنے والا۔ جب کہ یہ لوگ صرف اسکی خوبیاں دیکہکر مسلمان ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مذہب اسلام کا اس سرعت اور تیزی کے ساتہ ترقی کرنا اور کامیاب ہونا صرف اس وجہ سے تہا کہ وہ آسانی سے سمجہ میں آسکتا ہے اور اُسکے احکام نہایت سہل اور اُس کی شریعت عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم

۱۷۰۹۰

کی گئی ہے۔ کیونکہ انسانی طبیعتیں صرف ایسے مذہب کی متلاشی ہیں جو اُن کی مصلحتوں کے مناسب اُنکے قلوب اور حواس سے زیادہ قریب اور دنیا و آخرت کی تسلی دینے والا ہو۔ جو مذہب ایسا ہوگا وہ خود دلوں میں سرایت کرجائیگا اور عقلیں اُسکو بہت جلد قبول کرینگی۔ اُسکو ایسی دعوت کرنیوالوں کی ضرورت نہوگی جو اُس کی اشاعت میں بیشمار دولت اور قیمتی وقت خرچ کریں اور اُسکی ترقی کے وسائل بہم پہونچائیں اور لوگونکو پہانسنے کے لئے طرح طرح کے جال پہیلائیں۔

ہمارے اس بیان کو جو لوگ نہیں سمجھتے یا سمجھنا نہیں چاہتے ان کا قول ہے کہ " اسلام کی اشاعت اور ترقی جو دنیا بھر میں اس سرعت اور تیزی کے ساتھ ہوئی وہ صرف تلوار کی بدولت ہوئی۔ جب مسلمان فتوحات کے لئے اُٹھے اُنکے ایک ہاتھہ میں قرآن دوسرے میں تلوار تھی وہ جس ملک کو فتح کرتے تھے قرآن اُنکے سامنے پیش کرتے تھے اگر وہ اُسکو قبول نہ کرتے تو تلوار اُنکی زندگی کا خاتمہ کردیتی تھی "۔ ہمارے نزدیک معترضوں کا یہ قول بالکل بہتان اور سراسر اتہام ہے کیونکہ مسلمانوں نے اپنی مفتوح قوموں کے ساتھ جسقدر فیاضانہ اور آزادانہ برتاؤ کیا ہے جس کی تفصیل ہم اوپر بیان کرچکے ہیں وہ متواتر حدیثوں اور صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے جن میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجایش نہیں۔ مسلمانوں نے ابتدا میں صرف

مدافعت اور اپنی حفاظت کی غرض سے تلوار اُٹھائی تاکہ دشمن اُنپر ظلم وتعدی نہ کرسکیں - اور اُسکے بعد جہاں کہیں فوج کشی ہوئی وہ ملکی ضرورتوں اور پولیٹکل مصلحتوں سے ہوئی - یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مذہب کو تلوار کے زور سے پھیلایا ہاں یہ ضرور ہوا کہ مسلمان لوگ غیر ملک والونکے ہمسایہ ہوے اور بعض اوقات اُنکو اپنے ملک میں پناہ دی اس ذریعہ سے اُنکو اسلام کے اصول اور عقائد کا علم حاصل ہوا اور وہ اپنی دنیا و آخرت کی بہبودی سمجھکر خوشی اور رضامندی کے ساتھ اسلام میں داخل ہوے -

اگر تلوار سے کسی مذہب کی اشاعت ممکن ہوتی تو وہ مذہب دنیا میں سب سی زیادہ کامیاب ہوتا جنھوں نے صدیوں تک قوموں کی گردنوں پر تلوار رکھی اور اُنکو مجبور کیا کہ تلوار کا مذہب قبول کریں اور انکو دھمکایا کہ اگر وہ اس مذہب کو تسلیم نہ کرینگی تو بالکل تباہ و برباد اور سطح زمین سے بالکل مٹا دیئے جائینگے - یہ مذہبی اشاعت کا جابرانہ کام ظہور اسلام سے تین صدی پہلے شروع ہوا اور ظہور اسلام سے سات صدیوں بعد تک نہایت شد و مد کے ساتھ برابر جاری رہا - ان کامل دس صدیوں میں تلوار نے مذہبی عقائد کی جسقدر اشاعت کی وہ ہرگز اُس کی برابر نہیں ہوسکتی جو اسلام نے ایک صدی سے کم عرصہ میں کرکے دکھلادیا - اور ہاں صرف تلوار ہی پر اکتفا نہیں کی جاتی تھی بلکہ جسطرف تلوار ایک قدم بڑہتی تھی مذہبی دعوت کرنے والے اُسکے پیچھے پیچھے چلتے تھے اور اُس کی حمایت سے کے بل پر

جو چاہتے تھے کہتے تھے۔

مذہب اسلام کے ظہور اور اُسکی ترقی میں خدا کی عجیب و غریب حکمت ہے کہ عرب کے چٹیل میدانوں میں جو تمام دنیا کی نسبت تمدن اور شائستگی سے دور تھے ، ایک ابدی حیات کا سرچشمہ نکلا اور بہکر تمام ملک میں پہیل گیا۔ اتحاد و اتفاق پیدا کر کے مذہبی اور قومی زندگی کی روح اُن میں پہونکی۔ اُسکا سیلاب اسقدر بلند ہوا کہ جو ممالک تہذیب اور تمدن ، رفعت اور برتری کے لحاظ سے اہل آسمان پر فخر کرتے تھے اُنکو بہی غرق کر دیا۔ اُسکی نرم آواز نے نہایت سخت اور سنگین روحوں کو لرزا دیا اور اُنکی زندگی کے مخفی راز کو ظاہر کر دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ " اس کی اشاعت فی الجملہ سختی اور درشتی سے خالی نہ تہی " میں کہتا ہوں کہ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ہمیشہ سے حق اور باطل میں جدال و قتال کا سلسلہ جاری ہے اور جب تک خدا کی مشیت اس کی نسبت کوئی فیصلہ نافذ کرے برابر جاری رہیگا۔ جب کسی قحط زدہ زمین کے زندہ کرنے اور اُس کی پیاس بجھا کر اُسکو سرسبز و شاداب کرنے کے لئے خداوند تعالی ربیع کا سیلاب بہیجتا ہے تو صرف اس بات سے اُس کی قدر و منزلت نہیں گھٹ سکتی کہ اُسکے رستہ میں کوئی ٹیکری حائل ہوگی اور وہ اُسکے اوپر سے گذر گیا یا کوئی عالیشان اور مستحکم مکان اُس کی زد میں آگیا اور اسکو ڈہا دیا۔

جن جن ملکوں میں مسلمان پہونچے وہاں اسلامی نور چمکا اور اسلام کی روشنی

پہیلی اُسکا ذریعہ صرف یہی تہا کہ اُنہوں نے قرآن مجید کو سنا اور اُسکے معنی اور مطالب کو سمجہا۔ مسلمان ایک عرصہ کے بعد اپنے مذہبی طریقہ سے منحرف ہو کر آپس کے لڑائی جہگڑوں اور باہمی خانہ جنگیوں میں مشغول ہو گئے اسلئے اسلام کی ترقی میں سکون پیدا ہو گیا اور قریب تہا کہ وہ تنزل اور انحطاط کی طرف مائل ہو مگر خدا کو اُسکا سرسبز کرنا اور ترقی دینا منظور تہا اتفاقاً تاتاری فوجوں کا سیلاب جسکا سپہ سالار چنگیز خاں تہا اسلامی ممالک کی طرف بہ آیا اور جس بیدردی سے ساتہہ اُنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کیا اُسکی تفصیل قابل تحریر نہیں۔ یہ لوگ بُت پرست تہے اور صرف قتل و غارت و لوٹ مار کے لئے اسلامی ممالک میں آئے تہے مگر کچہ عرصہ کے بعد اُن کی آیندہ نسلوں میں کچہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اُنہوں نے اپنی قوموں میں اسلام کی اشاعت کی اور وہ اُن میں اپنی معمولی سرعت اور تیزی سے نہایت کامیابی کے ساتہہ پہیل گیا۔

یورپ والوں نے مشرقی ممالک پر ایک سخت حملہ کیا اور وہ اُن کے تمام ملکوں میں شریک ہو گئے۔ اہل مشرق و مغرب کی یہ لڑائیاں دو سو سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہیں جن کی وجہ سے یورپ والوں میں مذہبی حمیت اور قومی غیرت پہلے سے زیادہ پیدا ہو گئی۔ جہانتک ہو سکا اُنہوں نے فوجیں ترتیب دیکر اور سامان جنگ مہیا کرکے اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلامی ممالک پر حملہ کیا چونکہ اُن میں مذہبی روح کا بقیہ موجود تہا اسلئے اکثر شہر اُنہوں نے

فتح کرسئے لیکن ان لڑائیونکا انجام اسپر ہوا کہ اہل یورپ کو اپنے مفتوحہ شہر چھوڑکر اپنے ملک کی طرف واپس جانا پڑا - یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جسکا جواب دینا ضروری ہے - وہ یہ ہے کہ اہل یورپ کیوں آئے تھے ؟ اور کیا فائدہ اُٹھاکر اپنے ملک کو واپس گئے ؟ مغربی ممالک کے مذہبی رئیسوں اور دینی پیشواؤں نے اپنی قومونکو بڑکاکر آمادہ کیا کہ مشرقی ممالک پر حملہ کرکے اُنکو پامال کردیں اور اُن ملکوں اور شہروں کو تسخیر کرکے اپنے قبضہ میں کرلیں جنکو وہ اپنے اعتقاد اور خیال کے موافق اپنا حق سمجھتے ہیں - چنانچہ اس مطلب کے لئے یورپ کے بہت سے بادشاہ اور بیشمار امیر وزیر اور دولتمند لوگ اور اسنے نیچے رتبہ کے بیشمار اشخاص جن کا اندازہ کئی ملین تک کیا جاتا ہے مشرق پر چڑھ آئے اور یہ لوگ مایوس ہوکر اپنے ملک کو واپس گئے تو ان میں بہت سے اشخاص نے اپنے ذاتی اور تجارتی فوائد کے لحاظ سے اسلامی ممالک میں سکونت اختیار کرلی - اور مسلمانونکے حالات اور خیالات کو دیکھا اُنکو معلوم ہوگیا کہ جن مبالغات اور تعصبات نے ان کی عقلونکو حیران اور پریشان کر رکھا ہے وہ بالکل اوہام ہیں جن کی حقیقت اور اصلیت کچھہ بھی نہیں - اُنہوں نے دیکھا مذہبی آزادی کے ساتھہ علوم و فنوں صنعت و حرفت کی ترقی ہوسکتی ہے اور معلوم کیا کہ وسعت علم اور آزادی رائے ایمان کی دشمن نہیں بلکہ اُسکے وسائل اور اُسکے معاون ہیں - غرضکہ یورپ کے لوگ مسلمانونکے ساتھہ میل جول کرکے اور اس قسم کے

آداب اور خیالات کا ایک قیمتی ذخیرہ جمع کر کے اپنے ملک کو واپس چلے گئے
اسی طرح وہ لوگ بھی جنہوں نے ممالک اُندلس میں سفر کیا اور وہاں کے علماٗ
دحکما، اور ادبا سے ملکر علمی و اخلاقی فیض حاصل کیا، اپنے وطن کی طرف لوٹے
تاکہ جو کچھہ انہوں نے حاصل کیا ہے اُسکا ذائقہ اپنی قوم اور ملک والوں کو چکھائیں
اس زمانہ سے یورپ کے عام خیالات میں بتدریج ترقی شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ
علم کی طرف عام رغبت زیادہ ہوتی گئی۔ اُولوالعزم اشخاص کی ہمتیں تقلید کی زنجیروں
کے توڑ ڈالنے پر مستعد ہوگئیں۔ اور ارادہ کرلیا کہ مذہبی پیشواؤں کی بیجا حکومت
کو جنہوں نے اپنے حقوق کو اعتدال سے بہت آگے بڑھا لیا ہے اور مذہب
میں تحریف کر کے اُسکو بدل دیا ہے روک دیا جاوے۔ اسکے بعد تھوڑے ہی عرصہ
میں ایک فرقہ اُٹھا جسنے مذہبی اصلاح کا دعویٰ کیا اور مذہب کو اپنی قدیم سادہ
حالت کی طرف لانا چاہا۔ اس فرقہ نے تغیر و تبدل کر کے اُسکو ایسا مذہب
بنا دیا جو اسلام کے قریب تھا بلکہ بعض فرقوں نے تو مذہبی عقائد میں یہاں تک
اصلاح کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے سوا باقی عقائد اسلام
کے ساتھ بالکل متفق ہو گئے۔ غرضکہ اسوقت جو اُنکا مذہب ہے وہ صرف نام
کے اعتبار سے مختلف ہے باقی طرز عبادت کے اختلاف کے سوا اور کوئی
اختلاف نہیں۔

اسکے بعد یوروپ والے اپنے اوہام کی قیود سے آزاد ہونے اور

اپنے حالات کو درست کرنے لگے - حتی کہ اُنکے تمام دنیوی کاروبار اسلامی ہدایات کے موافق ٹھیک ہو گئے - اور موجودہ تمدن کے اصول مقرر ہوئے جو متاخر نسلوں کے لیئے مابہ الافتخار ہیں اور مایۂ ناز ہیں - مگر اُنکو یہ خبر نہ تھی کہ یہ باتیں کس کی رہنمائی سے حاصل ہوئی ہیں - یہ ایک قطرہ ہے جو اسلام کے باران رحمت سے ایک قابل زمین پر پڑا اور اُسکو سرسبز و شاداب کر دیا - یہ لوگ مسلمانوںکو تباہ و برباد کرنے آئے تھے اور اسلیئے اپنے ملک کو واپس گئے تاکہ اپنی قوم اور ملک کو فائدہ پہونچائیں - مذہبی پیشواؤں نے خیال کیا تھا کہ ان لوگوں کے اُبھارنے اور بھڑکانے میں ہماری حکومت کو استحکام ہوگا مگر اُس میں ور ضعف پیدا ہوگیا - اسلام کی نسبت جو کچھ ہمنے بیان کیا ہے اُسکو وہ تمام اشخاص جانتے ہیں جنھوں نے اُسکے حالات میں غور کیا ہے حتی کہ یورپ کے اکثر منصف مزاج فاضلوں نے اقرار کیا ہے کہ " اسلام اُن کا سب سے بڑا اُستاد ہے اور اسوقت یورپ کو جو کچھ ترقی اور شائستگی حاصل ہے وہ سب اسلام کی بدولت ہے " -

اعتراض اور اُسکا جواب

مذہب اسلام مختلف قوموں اور مختلف فرقوں کو اتحاد و اتفاق کی طرف دعوت کرتا ہے، اور اختلاف اور تفرقہ کو مٹاتا ہے، اس کی الہامی کتاب میں لکھا ہے "جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بنگئے تمکو اُنکے جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں"، پس کیا وجہ ہے کہ مختلف مذہبوں اور مشربوں کے لحاظ سے اُسکے بیشمار فرقے بنگئے۔ جب کہ اسلام بندہ کے مُنہہ کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خداے وحدہ لاشریک کی طرف پھیرتا ہے تو کیا وجہ ہے اس بات کی، کہ عام مسلمان اپنی گردنوں کو ایسی چیزوں کے آگے جُھکاتے ہیں جو اپنی ذات کے لئے بھی برائی بھلائی نفع نقصان کے مالک نہیں اور اُسکو توحید کا ایک رکن خیال کرتے ہیں۔ اور جب کہ اسلام وہ پہلا دین ہے، جس نے عقل کو خطاب کیا اور کائنات میں غور کرنے کی طرف اُسکو راغب کیا۔ اور اس خاص امر میں جہانتک اُسکی طاقت ہے اُسکو بالکل آزاد اور مطلق العنان کردیا، اور ایمان کی حفاظت کے سوا اس بارہ میں اور کوئی شرط نہیں لگائی۔ پس اس بات کی کیا وجہ ہے کہ اکثر مسلمان علم سے ناراض ہیں، اور خیال کرتے ہیں کہ خدا جہالت کو پسند کرتا ہے،

اور خدا کی مخلوقات اور صنعت کی باریکیوں میں بالکل غور نہیں کرتے۔ اس سے پیشتر مسلمان لوگ الفت اور محبت کے امام و پیشوا تھے، مگر آج اس لفظ کا مصداق اُسکے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ وہ سعی اور محنت کے پیشوا تھے مگر آج سستی اور کاہلی میں ضرب المثل ہیں یہ کس قسم کے عقائد ہیں جنکو مسلمانوں نے اپنے مذہب میں شامل کر دیا ہے۔ حالانکہ الہامی کتاب اُنکے ہاتھہ میں ہے جو مذہب کے اصلی اصول اور تراشی ہوئی بدعتوں کو بالکل الگ کر دیتی ہیں۔ جب کہ اسلام قرآن کے معنی اور مطالب کے غور کرنے کی ہدایت کرتا ہے پس کیا وجہ ہے اس بات کی، کہ اکثر قرآن کے پڑھنے والے مسلمان اُسکو راگ اور راگنیوں کی طرح گاتے ہیں اور لفظوں کے سوا خاک نہیں سمجھتے۔ حتی کہ اکثر مذہب کے عالم بھی کما حقہ اور یقینی طور پر نہیں سمجھتے۔ جب کہ اسلام عقل اور ارادہ کو استقلال اور آزادی عطا کرتا ہے پس کیا وجہ ہے کہ مسلمان اُسکو طوق اور زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جب کہ اسلام نے عدل و انصاف کی بنیاد ڈالی ہے، تو کیا سبب ہے کہ اکثر مسلمان حاکم ظلم و ستم میں ضرب المثل ہیں۔ جبکہ اسلام غلاموں کے آزاد کرنے کی ہدایت کرتا ہے، تو کیا سبب ہے کہ اسلامی حاکموں اور بادشاہوں نے آزاد لوگوں کے غلام بنانے کا سلسلہ صدیوں تک برابر جاری رکھا۔ جبکہ راستبازی وفاداری اور وعدہ کا پورا کرنا اسلام کے ارکان میں سے گنے جاتے

ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں میں دغابازی جھوٹ مکاری و بہتان کی کثرت ہے۔ جبکہ اسلام فریب بازی اور دہوکہ دینے کو حرام بتاتا، اور اُسکے ارتکاب کرنیوالونکو اپنے زمرہ میں سے خارج کردینے کی وعید سناتا ہے، پس کیا وجہ ہے کہ مسلمان لوگ معمولی دہوکے بازیوں اور حیلہ سازیوں سے خدا اور رسول اور شریعت کے ساتھ دہوکا کرتے ہیں۔ جبکہ اسلام نے ظاہری اور باطنی بدکاریونکو حرام کیا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان ہر قسم کی بدکاریوں میں منہمک اور مستغرق ہیں۔ جبکہ اسلام نے صاف طور سے بتا دیا ہے کہ مذہب خدا اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی کا نام ہے، اور اُنکو جتا دیا ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کرینگے تو اُنپر اشرار کو مسلط کیا جاویگا۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ نہ آپس میں ایک دوسرے کی خیرخواہی کرتے اور نہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، بلکہ وہ سب متفرق اور منتشر ہیں اور ہر شخص اپنی حالت میں گرفتار ہے دوسروں کی اسکو کچھ خبر نہیں۔ کیا سبب ہے کہ بیٹے بیدردی کے ساتھ اپنے باپوں کو قتل کرتے ہیں اور لڑکیاں اپنی ماؤں کی نافرمانی کرتی ہیں، نہ چھوٹے بڑوں کا ادب کرتے ہیں اور نہ بڑے چھوٹوں پر رحم اور شفقت کرتے ہیں۔ دولتمندوں کے مال میں فقیروں اور مسکینوں کا جو حق ہے اور جسکو خدا نے اُنپر فرض کیا ہے اسکے ادا کرنے میں پہلوتہی کرتے ہیں، بلکہ جو کچھ قوت لایموت غریبوں کے پاس ہوتا ہے اُسکو بھی چھیننے لگتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ اسلام کی پوری روشنی اور اُسکا منور آفتاب مشرق میں ہے مگر اُس کی ایک کرن مغرب (یورپ) میں پہونچی اور اُسکو روشن کر دیا۔ حالانکہ تمام اہل مشرق جہالت کی تاریکیوں میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں کسطرح عقل اس قول کو صحیح تسلیم کر سکتی ہے یا کوئی نقلی دلیل اس کی تائید کر سکتی ہے غالباً تمکو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں نے علم کا کچھہ بہی ذائقہ چکہا ہے، سب سے پہلے اُنکے خیالات اس طرف مائل ہوئے ہیں، کہ اس مذہب (اسلام) کے اصول اور عقائد بالکل خرافات ہیں۔ اور اسکے مسائل اور احکام بالکل بیہودہ اور لغو ہیں۔ بلکہ نہایت جوش اور مزہ کے ساتہہ اس مذہب کے اصول و عقائد پر طعن و استہزا کرتے ہیں، اور اُن لوگونکے ساتہہ مشابہت پیدا کرتے ہیں جو مذہب کے دائرے سے نکلکر بالکل آزاد ہو گئے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی صرف مذہبی کتابونکی ورق گردانی میں مشغول ہیں، اور اپنے آپ کو اس مذہب کا بڑا عالم سمجھتے ہیں، وہ عقلی علوم اور نظری مسائل کو حقارت کی نظر سے دیکھتے، اور اُنپر عمل کرنا دینی و دنیوی لحاظ سے بالکل عبث خیال کرتے ہیں بلکہ اکثر لوگ اپنے ان علوم سے جاہل رہنے پر فخر ظاہر کرتے ہیں مگر مسلمانوں میں سے جو شخص علم کے دروازے پر پہونچ گیا ہے، اسکو اپنا مذہب بوسیدہ کپڑے کی مانند معلوم ہوتا ہے جسکو وہ لوگونکے سامنے ظاہر کرتا ہوا شرماتا ہے۔

مگر جسکے دل میں مذہب کی کچھہ وقعت ہے، اور اُسکے اصول وعقائد کو تسلیم کرتا، اور اُن کی پیروی کرتا ہے، وہ عقل کو جنون اور علم کو محض خیال سمجھتا ہے کیا یہ اسبات کی دلیل نہیں ہے کہ مذہب علم اور عقل کے ساتھہ متفق نہیں ہوسکتا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آجکل کیا بلکہ چند صدیوں سے مسلمانوں کی جیسی کچھہ نازک حالت ہورہی ہے اُسکے بیان کرنے میں معترض نے کسی قسم کا مبالغہ نہیں کیا، امام غزالی اور ابن الحاج وغیرہ نے جو مذہبی امور میں بصیرت رکھتے تھے، اپنے زمانہ کے عام وخاص مسلمانوں کی کیفیت بیان کی ہے جس سے بیشمار ضخیم کتابیں بھری پڑی ہیں۔ لیکن مینے جو کچھہ مذہب اسلام کی نسبت بیان کیا ہے۔ صرف قرآن مجید کے پڑھنے اور اُسکے معانی ومطالب سمجھنے سے اُسکو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور جسقدر مینے اُسکے عمدہ نتائج ذکر کئے ہیں، محققین اسلام اور دوسری قوموں کے باانصاف مورخوں کی کتابیں دیکھنے سے اُنکا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور فی الحقیقت یہی اسلام ہے، اور اسی کی نسبت ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ وہ بالکل عقل اور سراسر ہدایت ہے۔ جو شخص عمدگی کے ساتھ اُسکا استعمال کریگا، اور اُسکے احکام کی تعمیل اور اُسکی ہدایتوں پر عمل کریگا، وہ بالضرور دینی اور دنیوی سعادت حاصل کریگا، جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ امراض

تمدن کے معالجہ میں ایک عرصہ تک اس دوا کا تجربہ ہو چکا ہے اور اُس کی کامیابی اسقدر وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے جسکا کوئی اندھا اور بہرا بھی انکار نہیں کر سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اس اعتراض کے جواب میں جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک طبیب نے کسی مریض کو ایک دوا دی جس سے وہ بالکل تندرست ہو گیا، مگر طبیب بھی مرض میں مبتلا ہو گیا، وہ بیماری کی تکلیف اُٹھا رہا ہے اور باوجودیکہ وہی دوا اُس کے پاس موجود ہے مگر اُسکو استعمال نہیں کرتا۔ جو لوگ اُسکی عیادت کرتے ہیں یا اُس کی مصیبت پر خوش ہوتے ہیں، وہ اُس دوا کو استعمال کرتے ہیں اور صحت پاتے ہیں مگر وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر موت کا انتظار کر رہا ہے۔

OSMU

فہرست کتب موجودہ مطبع احمدی علیگڈھ

مطبع احمدی میں مندرجہ ذیل کتابیں نیز عربی اور اُردو و فارسی قسم کی کتابیں فروخت کیلئے موجود ہیں شائقین بترسیل قیمت یا بذریعہ ویلیو پے ایبل طلب فرمائیں انکے علاوہ مصر و بیروت کی چھپی ہوئی ہر علم و فن کی عربی کتابیں ہماری معرفت طلب کیجا سکتی ہیں بشرطیکہ نقد قیمت ارسال کیجاوے۔

المشتہر۔ سعید احمد مہتمم مطبع احمدی علیگڈھ

الاخلاق المحمدیہ۔ اس کتاب میں تمام اسلامی اخلاق و آداب طریق و معاشرت و حقوق باہمی کی نسبت جدا جدا عنوان قائم کرکے اول قرآن مجید کی آیتیں لکھی گئی ہیں اور اُسکے بعد صحیح حدیثیں مستند کتابوں سے انتخاب کرکے معہ عام فہم ترجمہ اردو لکھی گئی ہیں اسکے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے اور ہر ایک مسلمان کو کس قسم کے اخلاق اور اطوار برتنے چاہئیں۔ یہ کتاب حقیقت میں کتب درسیہ میں شامل ہونیکے قابل ہے اور ہر مسلمان کو چاہئیے کہ اُسکو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھے تاکہ اسلامی معاشرت اور اخلاق سے واقفیت ہو۔ اس کتاب کے چار حصے ہیں دو حصے طبع ہو گئے ہیں۔ حصہ اول ۱۰ / حصہ دوم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۱۰)

عربی کتب

ابن رشد و فلسفہ۔ اس ضخیم کتاب میں فیلسوف اسلام ابو الولید بن رشد کے تاریخانہ حالات عربوں اور اہل یورپ کی مستند اور معتبر تواریخ سے انتخاب کرکے درج کئے گئے ہیں اور اُسکی فلسفہ پر نہایت محققانہ اور بسیط ریویو کیا گیا ہے اور اُسکی تمام تصنیفات کی مفصل فہرست دیگئی ہے اور یہ کہ وہ دنیا کے کن کن کتبخانوں میں موجود ہیں یہ کتاب ہر ایک ذی علم کے مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵ روپے

فرلیتہ الاسد۔ یہ ایک نہایت دلچسپ ناول ہے جو فرانسیسی زبان سے عربی میں ترجمہ ہوا ہے اسکے مطالعہ سے بغاوت فرانس کے اصلی واقعات منکشف ہو جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵ /

نظم حالی و نظیر قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲

حیات سرسید۔ مختصر سوانح عمری آنریبل سر سید احمد خان مرحوم بانی مدرسۃ العلوم علیگڈھ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲

ارکان اسلام۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ /

آغاز اسلام۔ سوانح عمری حضرت رسول کرم ۔ ۴ / کتب مصنفہ خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

تاریخ مسلمانان کامل۔ مصنفہ مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب جسکے ۱۱۲۵ صفحے ہیں مسلمانان ہندوستان کے اس سے زیادہ مفصل و جامع تاریخ آجتک نہیں لکھی گئی ہے ۵ عہ

اکسیر دولت۔ قوموں کی دولت کے گھٹنے بڑھنے کے اصول ۔ ۸ /

کیمیائے دولت۔ قوموں کی دولت گھٹنے بڑھنے کے اصول ۔ ۸

لنساء المسلمین۔ یہ کتاب فاطمہ خانم ایک ترکی خاتون کی تصنیف ہے اسمیں اُن تمام امور پر جو اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کی نسبت زیر بحث ہیں مثل پردہ کثرت ازدواج طریق شادی حقوق و لباس زنان اسلام کے نہایت خوبی سے دلکش پیرایہ میں بحث کی گئی ہے یہ کتاب زنانہ تعلیم کے کورس میں داخل ہونیکے قابل ہے۔ ہندوستان میں چونکہ یہ مباحث آج کل زیر بحث ہیں اسلئے اس کتاب کا ترجمہ ان پر جدید معلومات کی روشنی ڈالیگا۔ قیمت ۔ ۱۲ /